

بنایا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”خان صاحب میرے بال نہ بچہ کہ مجھے کسی کی فکر ہو۔ میری مونچھ تو اونچی ہی رہے گی۔“

خان صاحب خاموشی نے گھر آئے تلواری کھینچی اور اپنے بال بچوں کا صفایا کر دیا پھر لبو ٹیکتی تلواری لئے بننے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کڑک کر بولے۔ ”اب بتا میرے بھی بال بچہ نہیں رہا۔“

بننے نے بے حد خاکسارانہ انداز میں اپنی مونچھ پتہ کر لی۔ اب خدارا مجھ سے نہ پوچھئے گا کہ خان صاحب کا کیا بنا۔۔۔ بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ عمران کی کامیابی کا راز اس کی حکمت عملی میں پوشیدہ ہے اس کا کوئی بھی ناول اٹھا کر دیکھ لیجئے ابتداء میں اس کی بوسراکتیں خالص صداقت معلوم ہوتی ہیں وہی آخر کار کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہیں۔۔۔ نہ فریدی عمران بن سکتا ہے اور نہ عمران فریدی۔ دونوں کی شخصیتیں متضاد حالات اور مختلف ماحول کی پیداوار ہیں۔ فریدی کے مزاج میں جاگیردارانہ رکھ رکھاؤ پایا جاتا ہے عمران کی ذہنی نشوونما عوامی بھیڑ چال میں ہوئی ہے۔ اس نے اپنے طبقے کے اثرات قبول نہیں کئے۔۔۔ زیر نظر ناول میں آپ اسے ایک بالکل ہی نئے روپ میں پائیں گے۔ اس کہانی میں اس نے جس بات کا بیڑا اٹھایا تھا اسے پورا کر دکھلایا۔ آئندہ دیکھئے کہ اس کی یہ کامیابی اُسے کن دشواریوں سے دوچار کرتی ہے۔ لیکن ٹھہریے! کہیں آپ نے ”مفتابوں کے حملے“ کا یہ مطلب نہ لیا ہو کہ ہوائی جہازوں کا کوئی اسکو اڈرن زمین و آسمان ایک کر دے گا۔ اگر خدا نخواستہ آپ مجھ سے پہلے ہی سے پلاٹ بنائے بیٹھے ہیں تو مجھے یہ سننے کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ ”کہانی ٹھکس ہو کر رہ گئی۔“ اللہ مجھ پر رحم کرے۔ آمین۔

ابن مسعود

۱۹ اگست ۱۹۷۲ء

pdf by

M Jawad Ali

+971-50-2737867



ذاتی ولسن کے سر کس نے سردار گڑھ میں دھوم مچا رکھی تھی۔ یزن شروع ہو چکا تھا۔ اور سردار گڑھ کی آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اندرون ملک کے میدانی علاقوں کی گرمی سے بھاگ کر متوسط طبقے کے لوگ عموماً یہیں پناہ لیتے تھے کیونکہ دوسرے پہاڑی مقامات کے مقابلے میں یہاں زیادہ مصارف نہیں ہوتے تھے ہاتھوں میں ٹھہرنے کی استطاعت نہ رکھنے والے مقامی باشندوں کے ساتھ ان کے گھروں میں قیام کرتے اور مناسب معاوضے پر اپنے ہی گھر کا سا آرام پاتے۔ مقامی لوگ بڑے خوش اخلاق اور متواضع تھے۔

تین سال پہلے ذہنی نے یزن میں یہاں سر کس لکایا تھا اور توقع سے زیادہ ہی سہیلے تھے۔ دوسرے یزن پر بھی اتنی آمدنی ہوئی تھی کہ کئی خوش ہو گیا تھا۔ لہذا اس سال کی عمر بارہ سکتا تھا۔ اس بار تو ان لڑکیوں نے سارے سردار گڑھ میں تہلکہ مچا دیا تھا جو پھر کے زمانے کا لباس پہن کر رقص کرتی تھیں۔ یہ تینوں نسلا سفید فام تھیں اور اتنی بے جھجک تھیں کہ ایک اشارے پر پھر کے دور سے بھی پہلے کے زمانے میں جست لگا سکتی تھیں۔

ذہنی صرف پانچ دن کی آمدنی کا حساب لگانے بیٹھا تھا اور اس کی باجیس کھل گئی تھیں۔

”یہ لڑکیاں تو کمال ثابت ہو سکتی ہیں۔“ اس نے اپنے منہ سے کہا۔

”لیکن میرا دل روتا ہے ہاں۔۔۔!“ جہانمیدہ منہ پر بولا۔

”اپنے دل کو بٹسا سکتا۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ اب لوگ جانوروں کے گرجوں سے دل بھینسی

لے لیتے آدمیوں کے کرتب بھی انہیں نہیں بھاتے۔ ان کبیرے ڈانسرز کو سر کس سے الگ کر دیا جائے گا کہ دن بھر میں کتنی کھیاں مار لیتے ہوں۔“

"ایسا کیوں ہو ایسا لوگ فن کی قدر کیوں نہیں کرتے؟"  
 "فن... اچھا... ڈینی نے طعنے لگے ہیں کہ۔" آج کل یہی سب سے بڑا فن ہے کہ  
 کپڑے اتار کر پھینک دو۔"  
 "جب ہم سب کچھ بے چوں وچ تسلیم کرتے چلے جا رہے ہیں تو پھر یہی ہو گا۔ اگر ہم اس  
 برائی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو..."  
 "میرے سرکس میں اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں... جلا... نیلی کئی اور ریتا کو  
 میرے پاس بھیج دو۔"  
 "وہ شام اس وقت نہ آئیں گی۔"  
 "کیوں؟"

"ایک سیاح ان کے خیمے میں موجود ہے جو انہیں اس بندر کی کہانی سنا رہا ہے جس کا رنگ سیاہ  
 ہے اور جسم پر لمبی لمبی سفید دھاریاں ہیں۔" ہڈیوں پر اساتذہ بنا کر خاموش ہو گیا۔  
 "لیکن ان کے خیمے تک کوئی سیاح پہنچا ہے؟" ڈینی نے طعنے لگے ہیں سوال کیا۔  
 "مسٹر ولسن ازمانہ بدل چکا ہے۔"  
 "کیا مطلب؟"

"اٹلانٹک نام کی کوئی چیز ہمارے درمیان موجود نہیں۔"  
 "کیا ایک رہے ہو؟"

"وہ معذور لڑکیاں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتیں۔ میں نے انہیں اجنبیوں سے رسم و رواج  
 پیدا کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا... جانتے ہیں کیا جواب ملا تھا؟"  
 "کو جلدی سے... میرا وقت ضائع نہ کرو۔"  
 "انہوں نے کہا تھا کہ وہ کسی قسم کی بھی پابندی قبول کرنے پر تیار نہیں۔"  
 "میں کہتا ہوں جاؤ... اور انہیں یہاں بھیج دو..." ڈینی میز پر گھونسا مار کر دھار اور فحش  
 پوکھا کر اس کے خیمے سے باہر نکل گیا۔

ڈینی نے بوسے سے گلاس میں شراب اتر لی۔ سوڈا ملا یا اور کڑے پیوڑے کلاسی کے راستے کو  
 گھومنے لگا۔

کچھ دیر بعد صرف ایک لڑکی ریتا خیمے میں داخل ہوئی۔  
 "کیا بات ہے مسٹر ولسن؟"

"بیٹہ جاؤ..." ڈینی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔  
 وہ بیٹہ تو گئی لیکن اس کے پیروں پر ہر حرکت کی کے آثار تھے۔  
 "وہ سیاح کون ہے؟" ڈینی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔  
 "وہ ایک سیاح ہے مسٹر ولسن..."  
 "میں نے کہا تھا کہ اجنبیوں سے..."

"خبردار" وہاں تھا کو بولی۔ "آج ہماری ملاقات کا تیسرا دن ہے اب وہ اجنبی نہیں رہا۔"  
 "میں کہتا ہوں یہی اسی ملاقات کیوں ہوئی؟ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اجنبی آرٹسٹوں کے  
 خیموں میں آئیں۔"

"یہ تم کس استحقاق کی بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"کیا مجھ سے بحث کرو گی؟" ڈینی آنکھیں نکال کر بولا اور وہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں  
 ہنس پڑی۔

ڈینی نے پچھلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے سوچا۔ اچھا کتنا میں تم سے سمجھوں کافی المال  
 خاموشی ہی بہتر ہے یزن ختم ہونے کے بعد ایسی تھوکر رسید کرواں گا کہ تمہاری شکلیں نہ پہچانی  
 جائیں گی۔

پھر وہ تھوکر بھی ہنس پڑا اور کچھ دیر بعد بولا۔ "دھاری دار سیاہ بندر کا کیا قصہ ہے؟"  
 "اوہ... وہ... حیرت انگیز مسٹر ولسن... اگر تم اس کی تصویریں دیکھنا چاہو تو..."  
 "ضرور... ضرور..." ڈینی دل چاہی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"تم ان فاکان سے مل کر خوش ہو گے۔ بہت اچھا اور خوش مزاج آدمی ہے۔"  
 "ان فاکان..." ڈینی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کیا وہ کوئی مقامی آدمی نہیں ہے؟"  
 "نہیں اجنبی ہے۔"

"اوہ... تب تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"میں اسے سبک لاتی ہوں۔" ڈینی نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔ ڈینی نے پھر برسا ہوا



ہٹایا اس کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیں دکھائی دینے لگی تھیں۔

ایک ہی سانس میں اس نے گلاس خالی کر دیے۔

”دھاری دار بندر... اونٹ...“ وہ بڑبڑاتا ہوا دوسرا گلاس تیار کرنے لگا۔

ڈینی یاد تو شوش میں سے تھا لیکن عام طور پر چپکلتا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ عمر کے اعتبار سے بھی اسے اس معاملے میں ایک کمزور دماغ آدمی ہونا چاہئے تھا مگر یہ حقیقت تھی کہ وہ خود ہی نشے پر حاوی رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں ڈان فلاگان کے ساتھ نیسے میں داخل ہوئیں یہ ایک طویل قیامت اور کھیلے جسم کا آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور بے مد چمکی تھیں۔

اس نے مصافحے کے لئے ڈینی کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا لیکن ڈینی نے مصافحہ کرنے کی بجائے شراب کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھمتے ہوئے کہا۔ ”اس سے زیادہ غلوس آپ کے ساتھ نہیں بہت سکتا۔“

لاڑکیاں نہیں پڑیں لیکن ڈان فلاگان خشک لہجے میں بولا۔ ”شکریہ امیں شراب نہیں پیتا۔“ پھر گلاس میز پر رکھتے ہوئے لڑکیوں سے کہا۔ ”میں سمجھا تھا کہ سرکس کا مالک کوئی نوجوان آدمی ہوگا۔ یہ تو بے حد بوڑھا ہے۔“

”اسی لئے یہ سب لڑکیاں بے خوف و خطر میرے ساتھ رہتی ہیں۔“ ڈینی خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہوا مسکرا کر بولا۔ ”جینٹلو۔“

ڈان فلاگان سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور لڑکیاں کھڑی رہیں۔ ڈینی نے ان سے جینٹلے کو نہیں کہا تھا۔

دوسرا گلاس بھی وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔ دفعتاً ڈان فلاگان لڑکیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ”تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائی ہو...؟“

”مسٹر ولسن اس بندر کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔“ رہتا نے کہا۔

”اوہ... اچھا اچھا۔“ ڈان فلاگان مسکرا کر بولا۔ ”وہ تو میرے دو اس پر بھرا گیا ہے لیکن کسی طرح ہاتھ نہیں آتا۔“

ڈینی نے بے اعتباری سے لڑکیوں کی طرف دیکھا تھا۔

ڈان فلاگان نے ایک لفافہ جیب سے نکال کر ڈینی کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ ”تم شاید اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکو... جانوروں کے بارے میں وسیع تجربہ رکھتے ہو۔“

ڈینی نے لفافے سے تصویریں نکالیں اور جیج جیج سمجھ رہا گیا۔ سیارنگ کا بندر تھا اور اس کے بارے میں جسم پر لمبی لمبی سفید و ساریاں تھیں۔ کئی تصویریں تھیں جن میں وہ مختلف عورتوں کے پاس بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ تصاویر کا پس منظر ایک ہی تھا۔ جنگل اور پہاڑ۔

”بڑی عجیب بات ہے مسٹر ولسن۔“ ڈان فلاگان بولا۔ ”اگر صرف مرد اس کے ٹھکانے پر جائیں تو کبھی دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ پادری میں ایک عورت بھی شامل ہو تو فوراً ظاہر ہو جاتا ہے عورت اس کے پاس بھی پہنچ جاتی ہے تو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا لیکن جہاں کسی مرد نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی وہ چار چھوٹیں لگا لگائیں اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر دھوڑتے پھرے... کبھی پتہ نہیں چلتا۔“

ڈینی حیرت سے منہ کھولے سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر آہستہ سے بولا ”تجربہ ہو گا؟“ ڈان فلاگان اسے استغناء سے نظروں سے دیکھتا رہا۔

”یعنی تجربہ... اس کی ماہر نہ ہوگی۔ لیکن اس رنگ کا بندر ساری دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔“ ”یہ تصویریں جعلی تو نہیں ہیں۔“ ڈان فلاگان ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

”میں یہ نہیں کہہ رہا... سی نور ڈان فلاگان... میں صرف حیرت ظاہر کر رہا ہوں اگر ہم اس بندر کو پکڑ کر دنیا کے سامنے پیش کر سکے تو ہماری بھی بین الاقوامی حیثیت ہوگی مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ مقامی لوگوں نے اس پر توجہ کیوں نہیں دی۔“

”ہاتھ کب آتا ہے اور پھر مقامی لوگ تو اسے کوئی بدروح سمجھ کر اس سے خائف رہتے ہیں۔“ ”یہ ہے کہاں؟“

”یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ جیکب کی چڑھائی پر۔ فاصلہ زیادہ سے زیادہ ڈھلانی تین میل ہو گا۔“

”تم یہاں کب سے ہو؟“ ”قریب قریب ہر سیزن پر آتا ہوں اور تمہارے ملک میں دس سال سے مقیم ہوں۔“

"کیا کرتے ہو۔۔۔؟"

"ایک فرم میں ملازم ہوں۔"

"لڑکی نے کہا تھا کہ تم سیاح ہو۔"

"مسٹر ولسن! تم کسی پچیس مین کی طرف سے پوچھ کر رہے ہو۔"

"اوہ! ہرگز نہیں۔ تو پھر ہمیں کب لے چل رہے ہو۔" شامک میں اسے پکڑ سکوں۔"

"صرف اس شرط پر کہ وہ ہم دونوں کی مشترکہ ملکیت ہو گا۔"

"اوہ! یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔۔۔ ابھی تو ہم اسے دیکھنے چل رہے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔"

آہستہ کہنے کے اندر اندر دور دورا لگی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ڈینی نے احتیاطاً سرکس کے دو تھونہ ہون بھی ساتھ لے لئے تھے۔ سات افراد کا یہ قافلہ تنکیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈینی خود ہی اسٹیشن وین ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مسٹر ولسن! اس سر میں بھی ہوائوں کا سا دوسلا رکھتے ہیں۔" رینا بولی۔ کئی اور نیلی فٹس پڑیں۔ ڈینی نے اسامہ ہائے ہوئے ڈرائیو کرنا بدل ایک انہی کے سامنے ان کی خبر نہیں لیتا چاہتا تھا۔

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔" ڈان فاکان نے تنبیہ کی سے کہہ۔ "مسٹر ولسن! اندر سے فوادر ہیں۔"

"شکریہ۔۔۔" ولسن آہستہ سے بولا۔

سردار گڑھ میں ان دونوں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی بکھری ہوئی تھی۔ خود رو پھولوں کی ملی جلی خوشبوؤں سے فضا مہکتی رہی۔

دن کے دس بجے تھے۔ دھوپ بڑی خوش گوار لگ رہی تھی۔ اسٹیشن وین چکراتی ہوئی پتلی سی سڑک پر مسافت طے کر رہی۔۔۔ حتیٰ کہ وہ تنکیر کی چڑھائی تک آپہنچے یہاں سے انہیں پیدل سفر کرنا تھا۔ اسٹیشن وین سڑک سے اتار کر ایک جگہ کھڑی کر دی گئی۔

"راؤنڈ ان اٹم کھڑی کی گھرائی کرو گے۔" ولسن نے اپنے ایک آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔

"بہت اچھا۔۔۔" مسٹر ولسن۔ "اس لئے بڑے لوب سے جواب دیا۔ اس کے ملازمین اس کا

احترام کرتے تھے۔

یہ بڑا بڑا فضا مقام تھا۔۔۔ تنکیر کی چڑھائی سرخ رنگ کے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور سے ایسا ہی لگا تھا جیسے وہیا قوت کی چٹائیں ہوں۔

"بندر جائے جہنم میں!" نیلی نے سسکاری لی۔ "یہ جگہ کتنی حسین ہے۔"

"دل میں چالنے نہ ہوں تو ہر جگہ بہت حسین ہے۔" ڈینی بڑبڑایا۔

وہ اوپر جانے کے لئے تنک سے چکر دار راستے پر چل پڑا۔ راستہ اتنا تنگ تھا کہ وہ تنہا میں بال رہے تھے۔ دو آدمی براہ راست سے نہیں چل سکتے تھے۔

"مسٹر ولسن! کو جانوروں کی ہم نشینی نے فلسفی بنا دیا ہے۔" رینا بولی۔

"اور تم آدمیوں میں رو کر بھی آدمی نہ بن سکیں۔" کئی بول پڑی۔

"کیوں اس میں کیا برائی ہے؟" نیلی نے سوال کیا۔

"مورتوں میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔" ڈینی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "وہ تو صرف مردوں کو نہ انجانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔" ڈان فاکان کرکڑا۔ "تنکیر تلخ ہوتی جا رہی ہے۔ ہم کیوں نہ اس بندر کے بارے میں باتیں کریں۔"

"میں نے بھی آدمیوں سے تنک آکر جانوروں کے درمیان پٹائی تھی۔" ڈینی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن ہم پیسے آدمیوں کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔" رینا کل کر بٹس پڑی۔

"مجھوری ہے۔" ڈینی سرد آہ بھر کر بولا۔ "اگر میں کپڑے اتار کر ناچنا شروع کروں تو لوگ کھپ پھر اڑ کریں گے۔ تمہارا اسی قسم کا رقص دیکھنے کے لئے جیتیں ملانی کو دیتے ہیں۔"

"کوئی۔۔۔ ذہن۔۔۔" ڈان فاکان پلٹے پلٹے رک کر بولا۔ "اگر یہ بحث ہمیں ختم نہیں ہو جاتی تو آگے جانے سے انکار کروں گا۔"

وہ لگی لکڑی کے۔۔۔ اور ڈینی بڑبڑایا۔ "ایک غیر معمولی بندر کے لئے۔"

قال سے سفید پادلوں کے مرتولے اٹھ اٹھ کر آہستہ آہستہ مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ تنک میں کسی قدر اضافہ ہو گیا تھا۔ سردار گڑھ کے لئے یہ دھوپ چھاؤں ٹی چیز نہیں تھی۔



دن بھر اس کا سلسلہ جاری رہتا۔ البتہ مغرب سے اٹنے والے بادل تو ہم کر ہی رہ جاتے اور کئی کئی دن تک سورج نہ دکھائی دیتا۔

”بھٹ ختم ہو گئی۔“ ریٹا ڈان فاکان کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

”اب چلو۔“

اوپر پہنچ کر ایک بار پھر ذہنی موضوع انگلیوں بن گیا کیونکہ وہ دوسروں کی طرح ہاتھ نہیں رہا تھا۔ ذہنی اپنے جیسے پناہ کی تعریفیں خاموشی سے سنتا رہا۔ اس جگہ تو چاروں طرف رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

”بس یہیں بیٹھتے ہیں!“ ڈان فاکان کا منہ اسے سے مودی کسرہ اٹار تا ہوا بولا۔ اور ایک چہرہ

بیٹھ گیا۔  
ذہنی نے تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے فلاسک سے ۷۰ تین گھونٹ لئے اور ڈان فاکان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فاکان بھی اذہنی کو دیکھنے جا رہا تھا۔

”اب آئے گا وہ!“ ذہنی نے مسکراہٹ انداز میں پوچھا۔

”جب تم تینوں کی خوشبو اس تک پہنچے گی۔“ فاکان مسکرا کر بولا۔

”تم تینوں کی خوشبو!“ ذہنی نے طنز یہ لہجے میں دہرایا۔

”مسٹر ڈان! کیا تم ان لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے؟“ ڈان فاکان نے حیرت ظاہر کرتے

ہوئے پوچھا۔

”تم پسند کی بات کرتے ہو! میں ان تینوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔“

تینوں ہنس پڑیں۔ ذہنی بھی ان کی ہنسی میں شامل تھا۔

دفعتاً ڈان فاکان نے ہونٹوں پر اٹلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ذہنی بھی بائیں جانب کی دھلاں سے آٹھیں سن رہا تھا۔ وہ سب اسی طرف متوجہ ہو گئے۔

”ارے... دور ہا...!“ ریٹا کی چونکی ہوئی آواز فضا میں گونجی۔

بندر اچھل کر سامنے آیا تھا۔ لیکن دور ہی سے انہیں دیکھتا رہا۔ تینوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

”جاء... اس کے قریب جاؤ۔“ ڈان فاکان بولا۔ ”اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ

مورتوں سے بے حد مانوس ہے۔“

”یہ دھوکا ہے۔!“ دفعتاً ذہنی غرایا۔

”کیا مطلب؟“ ڈان فاکان بولا اور لڑکیوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

”رنگ قدرتی نہیں ہے۔ کسی آدمی کی شرارت ہے۔ اسے سیاہ رنگ میں غوطہ دے کر سفید دھاریاں بنائی گئی ہیں۔“

ڈان فاکان نے طویل سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک ”مٹی“ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”محنت وصول ہو گئی۔“ اس نے ہلکا ٹھٹھا۔

”کیا مطلب؟“ ذہنی نے اسے گھور کر دیکھا۔

”میں اس کے سلسلے میں کسی ایکسپریٹ کی رائے چاہتا تھا۔“ ڈان فاکان نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

لڑکیوں کے ہر سے دیہی کی تفسیر سن کر رہ گئے تھے۔ کبھی وہ بندر کی طرف دیکھتی تھیں اور کبھی ڈان فاکان کی طرف۔

”لیکن اس کا مقصد کیا ہے؟“ ذہنی بندر کو گھورتا ہوا بولا۔

فلک اسی وقت بندر نے ٹپکی پر چھٹا ہٹا کائی اور نرمی طرح پست کیا۔ ذہنی کی خوف زدہ حیرت گلیں فضا میں گونجنے لگیں۔

ذہنی اس کی طرف جھپٹا ہوا تھا کہ کوئی کھینچی سی چیز اس کے چہرے سے نکل کر پھٹی اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ڈھیروں دھواں ناک اور حلق سے گزر کر سینے میں اتر گیا ہو... وہ پکارا کر گر اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

معلوم نہیں پھر کتنی دیر بعد ہوش میں آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سر کس کا ڈان بھی اس کے قریب ہی اونٹن جا رہا تھا۔ ڈان فاکان اور لڑکیوں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

اسی غارت محسوس کرنے کے باوجود بھی بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھا اور اپنے ساتھی کو جھجھوڑا کر آواز دینے لگا۔ اس پر تو کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ ایک ریٹا سامنے آکر ڈی ہوئی وہ نرمی طرح اپنی ہنسی اور ایسا لگتا تھا جیسے خود بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

ایسا ملے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

”تھ... تم...“ ذہنی نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن الفاظ گھٹ کر رہ گئے وہ ذہنی

حالت ابھی پوری طرح اعتدال پر نہیں آئی تھی۔

"وو... وو... ان تینوں کو پکڑ کر لے گئے... مم... میں تو... اسی وقت در کے بارے  
سامنے والی دراز میں چپ گئی تھی جب اس منوس بندر نے نیلی پر چھلانگ لگائی تھی۔ "دورک  
رک کر کہتی رہی۔ "وو بڑے خوف ناک تھے۔ تنگ و حریف سیاہ قام و حشی۔ "ان فاکان... کو  
پکڑ کر لے گئے... ہائے بے چاری نیلی اور کئی... پاکلوں کی طرح پیچھے جا رہی تھیں...  
بھاگو... یہاں سے بھاگ چلو..."

"ننگ... کہہ رہے... دو لوگ... انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
"بندہ ہرے بندر آیا تھا... خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو... وہ سات آنٹھ تھے۔ ہم  
اکیلے ان کا کیا کر لیں گے۔" رینا کھکھپاتی۔  
"مم... میں اسے اٹھا کر نہیں چل سکوں گا۔" ذہنی نے زیوش ساتھی کی طرف اشارہ  
کر کے کہا۔

پھر اس نے نیلی دو لشر سے ریح اور نکالا اور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔  
"اور موت... تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا... وہ تو میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ پتا  
نہیں وہ کیا چیز تھی اور کس طرف سے آئی تھی۔"

"کیا چیز تھی... کیا ہوا تھا؟"  
"کوئی ٹھیکسی سی چیز میرے چہرے سے ٹکرا کر پھٹ گئی تھی اور بہت سادہ حوالے سینے میں بھر  
گیا تھا۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"  
"اوہ... تو پھر اسے جلدی سے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔" رینا کھکھپاتی ہوئی آواز میں  
بولی۔

"میں کوشش کر چکا ہوں۔ اب تم دیکھو۔"  
رینا اس کے پاس جا بیٹھی اور ذہنی سینے کے مٹی رنگتے ہوا بائیں جانب بڑھنے لگا۔ بندہ ہرے  
بندر نمودار ہوا تھا۔ ریح اور کے دستے پر اس کی اٹھیاں سختی سے بھی ہوئی تھیں۔  
"تنت... تم کہاں جا رہے ہو؟" رینا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

لیکن وہ اپنا دھن میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ پھر اس جگہ جا پہنچا جہاں سے بائیں جانب والی

دھان شروع ہوتی تھی۔

دوسری طرف گہرا سناٹا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صد ہا سال سے وہ جگہ ویران پڑی ہو۔  
ہوائی سائیں سائیں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔  
"اسے ہوش آگیا۔" اس نے رینا کی آواز سنی اور چونک پڑا۔  
ان کا ساتھی اٹھ بیٹھا تھا اور پریشان پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھنے جا رہا تھا۔  
ذہنی تیزی سے ان کی طرف پلٹ آیا۔

"کیا تم اٹھ کر چل سکتے ہو؟" اس نے سوال کیا لیکن وہ ایسی بے تعلقی سے ذہنی کو دیکھنے جا رہا  
تھا جیسے اس کی زبان سے اڑا ہونے والے الفاظ کو معنی پہنچانے سے قاصر ہو۔  
چلا کر دونوں نے سہارا سے کراسے اٹھایا۔ بدقت تمام وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں انہیں دیکھنا  
دوسرے آدمی کی عمرانی میں پھوڑی تھی۔ وہ انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔  
"ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔" ذہنی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جتنی جلد ہمیں سردار گزند پہنچا  
سکتے ہو پہنچاؤ۔... بلکہ سیدھے پولیس اسٹیشن چلو۔"



عمران کا قلیت آج کل ضرورت سے زیادہ "آباد" ہو گیا تھا اور اس "آبادی" کی سب سے  
بڑی وجہ تھی جنمسن کی ڈازمی۔  
جنمسن کی ڈازمی کی وجہ سے ظفر الملک کو اپنا قلیت چھوڑنا پڑا تھا۔  
ہات دراصل یہ تھی کہ برادر والے قلیت پر بلڈنگ کے مالک کی بہن کا قبضہ تھا۔ یہ بھاری  
مجموعہ والی ایک معمر خاتون تھیں... ایک دن انہوں نے جنمسن کو اس طرح لاکھڑا کہ اس کے  
"مجھے پڑھاتے ہو..." وہ اس کا راستہ روک کر دھماڑیں۔  
"تج... جی... جنمسن... جنمسن بولنا کر بولا۔  
"تو پھر مجھے دیکھ کر ڈازمی پر کیوں ہاتھ بھرتے ہو؟"



جیمسن نے ہونٹوں کی طرح دانت نکال دیئے اور پھر جلدی سے شرما کر بولا "میری بدلت ہے۔"

"کیا اس ہے... تم مجھے چڑھاتے ہو..."

وہ اس طرح سر ہونٹیں تو جیمسن نے پہلی بار انہیں غور سے دیکھا۔ اور پھر اس کے پیروں کے تلے سے زمین نکل گئی... ان محترمہ کی ٹھوڑی پر تین چار لمبے لمبے بال تھے۔

اب وہ صفائی پیش کر رہا تھا اور وہ آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔

اس کے بعد یہ جوا کہ دوسرے دن مالک مکان نے ان کے دروازے پر دستک دی اور ایک تحریری نوٹس ظفر الملک کے ہاتھ میں پکڑا کر چلا گیا۔

نوٹس کے مطابق انہیں اس بار پر قلیٹ چند روزہ دن کے اندر اندر نکالی کر دینا تھا کہ حسب وعدہ ان کے "بال بچے" چوبیس بعد بھی "وارد" نہیں ہوئے تھے۔

بال بچوں والی ہوائی بھی جیمسن ہی نے چھوڑی تھی۔ مالک مکان "تھوڑوں" کو کرایہ وار نکالنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس پر جیمسن چھوٹے ہی بولا تھا۔

"بال بچے دلہن بننا بند لے کر آتے ہیں۔ محترمہ بال بچے بھی آجائیں گے غمزدگی سے۔"

ظفر الملک نے اسی وقت اس غلط چال کی مخالفت کی تھی۔ لہذا اس نوٹس پر اصولاً اسے قلیٹ چھوڑ دینے پر مجبور ہو جانا چاہیے۔

عمران نے بڑی فرخ دلی سے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر تم لوگ اپنے ساتھ چند مرغیاں، ایک طوطے کا بچہ اور ایک آدھ بلی بھی لاتے تو مجھے اور زیادہ خوشی ہوتی۔"

آج وہ دونوں حسب معمول مکان کی تلاش میں نکل گئے تھے اور عمران کے سر پر سلیمان مسلط تھا۔ بڑی دیر سے دماغ چالنے ہمارا تھا کہ ایک کھانہ کھانے کے بعد باہر جی خانے میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

"اس سے کیا ہو گا؟" سلیمان نے باہر سے ہانک لگائی۔

"میں اب یہیں قیام کروں گا۔ تجھ سے مفزع چٹوانے سے زیادہ آسان تو یہی ہو گا کہ میں خود ہی پکا پکا کر تم سب کو کھلاؤں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"تو اسے آدمیوں کا کھانا نہیں پکا سکتا۔ اسی لئے تو کہو اس کر رہا ہے۔"

"ہمیشہ لگا سبھیں گے۔" سلیمان نے دروازے سے سر نکالتے ہوئے کہا۔

"آئیے جا... کسی اور کوچہ انکو... دروازے پر ہاتھ مار رہا ہے۔"

"نہیں پاس...!" دور سے جوزف کی آواز آئی... "یہ بج گچ سر کھرا رہا ہے... دروازہ کھول دو... ورنہ یہ اپنا سر توڑ ڈالے گا۔"

عمران نے دروازہ کھولا... جوزف کی دخل اندازی سے غیر معمولی معلوم ہوئی تھی کیونکہ ان کے معاملات میں کبھی نہیں بولتا تھا۔

عمران کے برآمدہ ہوتے ہی سلیمان نے پھر کچھ کہنا چاہا تھا کہ جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا

"اکی... اس... باہر کوئی اجنبی ہے۔"

"کون ہے...؟" عمران نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک سفید سوریہ۔" جوزف نے اسامہ بنا کر بولا۔ "میں سے تمہارے کسی دوست کا پیغام دالی ہے۔"

"آئے نشست کے کمرے میں بٹھاؤ... سالہ میں کر ہی مل سکوں گا۔"

"آپ کیوں خواہ تو وہ بات بڑھا رہے ہیں۔" سلیمان جتنا کر بولا۔ "میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ جتنا آپ خرچ کے لئے دیتے ہیں اس سے کام نہیں چلے گا۔"

"میں نے سنا ہے کہ مہمان اپنی قسمت کا ساتھ لاتے ہیں۔"

"آپ ہی کی جیب سے نکلاتے ہیں۔ آپ نے لگا دینا ہے۔"

"اچھا... اچھا... نکلو اس بندہ... میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

سلیمان کو وہ ہیں چھوڑ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ لڑکی پوریشیں معلوم ہوتی تھی تندرست اور خوش حال تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہوگی... عمران کو دیکھ کر اٹھ گئی تھی۔

"ہیئے... ہیئے...!" عمران نے بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ملی عمران..."

"میں رہا ظفر ہوں۔" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

دونوں ہلکے گئے۔ لیکن عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں اٹھ

کر بھاگ نکلے گا۔

"میں سردار گڑھ سے آئی ہوں۔" ریتا نے تنہائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے دوست مسٹر ڈینی ولسن کا پیغام لایا ہوں۔"

"ڈی... ڈینی ولسن... لیکن میں تو کسی ڈینی ولسن کو نہیں جانتا۔"

"جب پھر آپ مسٹر علی عمران نہ ہوں گے۔" ریتا نے خشک لہجہ میں کہا۔

"میں جسم کھا سکتا ہوں کہ جیسی میرا نام ہے۔"

"اور آپ ڈینی ولسن کو نہیں جانتے؟"

"ہو سکتا ہے... جانتا ہی ہوں... تاہم ٹھیک... وہ تو نہیں جس نے پچھلے سال اپنے گھیت

میں تین تین سیر کے آلو اگائے تھے۔"

"جی نہیں... ان کا سر کس ہے۔"

"آف خود... مجھے افسوس ہے... ہاں وہ بھی ڈینی ولسن ہی ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہے نا۔"

بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔

"وہ اس وقت سردار گڑھ میں پولیس کی حراست میں ہیں۔"

"کیوں؟" عمران نے استغناء انداز میں حیرت ظاہر کی۔

"زبانانی تنازعے میں سے باہر ہے۔ سب کچھ لکھ لائی ہوں۔ مسٹر ولسن کا خیال ہے کہ

آپ کے علاوہ اور کوئی انہیں اس مشکل سے نجات نہیں دلا سکتا۔"

عمران اسے نولے والی نظروں سے دیکھتا رہا اور اس نے اپنے پینڈیک سے جہد کئے ہوئے

کچھ کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔

عمران نے جوف کو آواز دے کر کافی کے لئے کہا اور ان کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

ریتا خاموش بیٹھی اسے بغور دیکھے جا رہی تھی۔

کاغذات دیکھ پکھنے کے بعد عمران نے غصہ سی سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "نول

در ہے کے احمق معلوم ہوتے ہیں۔"

"تک... کیا مطلب؟" ریتا پتہ تک چڑی اور اس کی آواز میں عمران بھی اسی طرح بے شکوہ

ہیے اس کی موجودگی کو فراموش کر بیٹھا ہو۔

"تک... کچھ نہیں... مطلب یہ کہ آخر وہ لوگ آپ کو بھی کیوں نہ اٹھائے گئے؟"

"مجھے وہ کچھ ہی نہیں لگے تھے۔ میں چھپ گئی تھی۔" ریتا جلدی سے بولی۔

"کیا وہ دونوں آپ سے زیادہ خوب صورت ہیں۔"

"کیا یہ بے شک سوال نہیں ہے مسٹر۔" وہ نہ امان کر بولی۔

"مجھے حق حاصل ہے کہ آپ کو ان سے زیادہ خوب صورت سمجھوں... مجھے کون اس سے

باز کہہ سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتیں؟"

"میں کتنی ہوں غیر متعلق باتیں چھیڑنے سے کیا فائدہ؟"

"اچھا تو یہی بتاؤ کہ وہ ڈینی جیسے خراٹ کو کیوں نہ پکڑ لے گئے۔ تمہارے تحریری بیان کے

مطابق ان فاکان بھی ایک جگہ سڑک پر بے ہوش پڑا مل گیا تھا... آہا... اس کے بارے میں

تفصیل سے بتاؤ۔"

"وہ خود کو اچھتی کہتا تھا۔"

"کہتا تھا... کیا مطلب؟"

"اب کچھ نہیں کہہ سکتا... سب کچھ بھول گیا ہے حتیٰ کہ اپنا نام بھی نہیں بتا سکتا۔"

"خیر... خیر... ہو سکتا ہے یادداشت کھو بیٹھا ہو۔"

"پولیس سر جن بھی کہتا ہے۔"

"لیکن ڈینی زیر حراست کیوں ہے؟"

"پولیس اس کے بیان پر یقین کرنے کو تیار نہیں کیونکہ اس سے پہلے وہاں کوئی ایسا بندہ

نہیں دیکھا گیا تھا۔"

"تم اس کے بیان کی تصدیق کر سکتی تھیں۔ سر کس کا ایک اور آدمی بھی یہی شاعر تھا۔"

"مسٹر ولسن نے پولیس کاروبار دیکھ کر ہم دونوں کو اس معاملے سے قلمی الگ کر دیا تھا۔

اسے دھاراکری نہیں کیا۔"

"تم انہیں کے ساتھ کہہ سکتی ہو کہ وہ لوگ ان فاکان کو بھی پکڑ لے گئے تھے۔"



"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

"اور پھر دور وادگی کے مقام سے کتنے فاصلے پر ملا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک یا دو ہزار فرلانگ کے فاصلے پر۔"

"حق ہی بعد ہوش میں آیا تھا۔"

"سات یا آٹھ گھنٹے بعد۔ لیکن اس کے جسم پر کہیں کوئی معمولی سی خراش بھی نہیں تھی۔"

"تب تو اچھائی ہو کہ یادداشت کھو بیٹھو۔ خود پولیس ہی اسے یادداشت کھو بیٹھنے پر مجبور کر دیتی۔ تم دیکھ لینا اپنی بھی پاگل ہو جائے گا۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب؟" رینا پھر نہ امان گئی۔

اسنے میں سلیمان کافی کی لڑے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور عمران نے اپنے ہونٹ جھنجھکائے۔ رینا اسے ناگواری سے دیکھے جا رہی تھی۔

"کافی بناؤ۔" عمران نے سلیمان سے کہا۔

"میں اپنے ہاتھ سے بنا کر بیٹی ہوں۔" رینا بولی۔

"جاؤ۔" عمران نے ہاتھ بنا کر کہا اور سلیمان سر کھینچا ہوا وہاں چلا گیا۔

"مسٹر ولسن کے بیان سے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ان کے لئے جان تک دے دیں گے۔"

رینا نے کپ میں شکر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بے وقوف بوڑھا۔" عمران نے خند ہی سانس لی۔

رینا ہلٹے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا ہینڈ بیگ سنبھالتی ہوئی بولی۔ "شائد میں غلط ہو گئی ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ اتہار سے لے کر بھی صحیح جگہ جیل ہی تھی۔"

"آپ کو قطعی حق نہیں پہنچتا کہ۔۔۔"

"بڑھ جاؤ۔۔۔ ورنہ میری کافی ضائع ہو جائے گی۔ ایسا کہاں کا لڑائی باز بنتا ہے۔"

"چنانچہ مسٹر ولسن نے مجھے یہاں کیوں بھیجا تھا۔"

"شائد وہ چاہتا ہے کہ میں بھی وحشی وار ہوں۔ تم تو دیکھ ہی چکی ہو۔"

"مسٹر۔۔۔ اب آپ اپنی زبان کو دکھ دینے دیجئے۔"

"مجھے وحشی وار ہونے نہیں دکھاؤ گی۔ ویسے قیام کہاں ہے تمہارا؟"

"سیدھی سیٹی آئی ہوں لیکن اب ایک منٹ کے لئے بھی نہیں رُک سکتی۔ آپ بالکل احمق معلوم ہوتے ہیں۔"

"معلوم نہیں ہو تا بلکہ اپنے احمق احمق ہوں۔ کافی پلیز۔"

"وہ جسم سے بیٹھ گئی۔۔۔ اور عمران کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتی رہی۔

پھر عمران ہی نے کپ تیار کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے بچا کے بہنوئی کا دلہن سرور گڑھ کا جسٹریٹ ہے۔ میں کو شش کروں گا کہ لڑائی رہا کر دیا جائے۔"

"چہ بھی ملا ہے۔"

"کیاں؟"

"سرور گڑھ کا جسٹریٹ غیر شادی شدہ ہے۔"

"تب تو اسے بھی کوئی وحشی وار ہونے لے جائے گا۔"

"میں اپنا وقت برباد کر رہی ہوں۔"

"ساتھ ہی میری کافی بھی برباد ہو رہی ہے آخر بیٹی کیوں نہیں۔"

"کاش وہ مجھے بھی پکڑ لے گئے ہوتے۔"

"لگتا عمران چپک کر بولا۔ "اب ہوئی بات۔ کافی بیٹہ وہ بندر میرا بیٹا ہو جائی ہے لکڑی کرے۔"

"مسٹر علی عمران مجھے قسم آتا ہے تو پاگل ہو جاتی ہوں۔"

"کافی خند ہی ہو رہی ہے۔"

رینا بے بسی سے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگی۔

بکہ وہ بعد جب وہ کپ خالی کر کے میز پر رکھ چکی تھی۔ عمران نے پوچھا۔ "کیا تم سرور گڑھ لے آئیں؟"

"ہاں۔۔۔ میں واپس چلاؤں گی۔"

"کہا تو مسٹر ولسن سے کہہ دینا کہ میں کسی لڑائی ولسن کو نہیں چاہتا۔"

"اچھا۔۔۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی فردا کر رہے مسٹر ولسن تمہارے متعلق لگاتار ہی میں جانتا ہوں۔"

اس بار عمران نے اسے نہیں روکا۔ وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔



تین دن بعد پچیس ہسپتال کے ڈاکٹر نے تجویز پیش کی کہ ڈان فاکان کو ذہنی ولسن کے سامنے لے جایا جائے۔

ڈینی حوالات میں تھا اور دینا اسے بتا رہی تھی کہ اس کا نام بہادر دوست کس طرح پیش آیا تھا۔  
 "بب... بس..." ڈینی ہاتھ ہلاتا کہتا تھا۔ "کام بن گیا مجھ جیسا کہ تین سال اور تجربہ کار آدمی بھی اسے آج تک نہیں سمجھ سکا تو تم کیا سمجھو گی۔ ابھی لڑکی دو اس زمین کی مخلوق تو معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"صورت ہی سے اول درجے کا مہتمم معلوم ہوتا ہے۔"

"تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہ قائم کرو۔" ڈینی نے مسکرا کر کہا۔

تھیک اسی وقت ڈان فاکان وہاں لایا گیا جو پچھلی پچھلی آنکھوں سے پیاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔ ڈینی اور دینا پر اس نے بے تعلقاتی نظر ڈالی تھی اور پھر پچیس سرجن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیا تم اس بوڑھے آدمی کو نہیں پہچانتے؟" سرجن نے اس سے پوچھا اور اس نے بڑی مایوسی سے اپنے سر کو متنی جھینس دی۔

"ڈیوڈل آدمی۔" ڈینی آہستہ سے بڑبڑایا۔ اور دینا بھی تھوڑا سا لاس اسے دیکھنے لگی۔  
 "وہ فلاڈیلا فاکان کسی ایسی زبان میں بولے لگا جو کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکی۔ پچیس سرجن نے ڈینی کی طرف دیکھا۔

"اول درجے کا قمار ہے۔" ڈینی بڑبڑایا۔

"تم لگا دیتے ہو..." دینا یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ "پچیس سرجن ناگواری سے بولا۔

"لگاؤ ڈیوڈل ایس پی بھی موجود تھا۔ اس نے ڈینی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اس سب باتوں کی وجہ وہی تھیں کرنی پڑے گی۔ تھوڑے دنوں میں لڑکیاں کہاں کہیں لاریں

اس حال کو کیسے بٹھاتا۔"

"اگر میں ہی اس کا نام دے دوں تو مجھ سے زیادہ اہمیت دہانے زمین پر شاید کوئی دوسرا نہ ملے۔" ڈینی نے کڑواہٹ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" ڈینی ایس پی کی بھنویں تن گئیں۔

"اسے تمہارے پاس کون لایا تھا؟"

"کچھ لوگ بڑے دیہ و دلیر ہوتے ہیں۔ تم اسے بیہوشی کی حالت میں لائے تھے اور اس سے لاعلم تھے کہ ہوش میں آنے کے باوجود ابھی یہ بیہوش ہی رہے گا۔ ورنہ تم اسے ٹھوکریں کھانے کے لئے نہیں اور چھوڑ آتے۔"

"خیر اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا۔" ڈینی نے کہا۔ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ ایک معرور لڑکا آدمی ڈی ایس پی کے قریب آکر رہا ہو۔

ڈینی ایس۔ پی اسے دیکھتے ہی چونک پڑا تھا۔

اس نے ڈی۔ ایس۔ پی سے کہا۔ "مستر ڈینی ولسن کی عنایت پر رہائی کا پروانہ لایا ہوں۔"

"کس نے عنایت دی ہے؟" ڈینی ایس پی کا انداز گفتگو جارحانہ تھا۔

"میں نے..." ڈینی نے شکل لیچے میں کہا اور کچھ کاغذات ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف بڑھا دیے۔

اس طرح آن کی آن میں ڈینی کو حیرت انگیز طور پر رہائی نصیب ہو گئی۔ دو آنکھیں چھا چھا کر اسی فرشتہ رحمت کو دیکھے جا رہا تھا۔ لاکھ ذہن پر زور دیتا رہا لیکن یاد نہ آسکا کہ پہلے اسے کہاں دیکھا تھا۔

پچیس اسٹیشن کے باہر نئے ماڈل کی بسی سی ڈون ڈارٹ کھڑی تھی۔ پاروی شرف نے ان کے لئے کھلی بیٹ کا دروازہ کھولا۔ ممبران بی بیٹا اور ڈینی کے ساتھ مل کر چھٹی بیٹ پر بیٹھا تھا۔

"کیا میں اپنے محسن کا نام معلوم کر سکتا ہوں؟" ڈینی نے اسے مخاطب کر کے جراتی ہوئی آواز میں کہا۔

اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا کارڈ نکال کر ڈینی کی طرف بڑھا دیا۔

"میں صبا کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔" ڈینی نے کارڈ لے کر رہا گوہر دیتے ہوئے کہا۔ دینا نے



”آواز بلند پڑھا۔ ”مسٹر اے ایچ جی پارکس لاہور... تھیں کورٹ روڈ سرور گزرا۔“

”کیوں... کیوں؟“ زینی نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن سیر سڑیا تو اٹھا کر ہوا۔

”اس مسئلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ایک بھروسے جو اپنا نام ظاہر کرتا نہیں چاہتا میری خدمات حاصل کی ہیں۔“

”اوہ... اوہ... میں سمجھ گیا۔“ ذہنی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

جہ سڑنے والے نوالے کو سرکس کی کپاونٹ میں اتارا تھا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

”تم نے دیکھا۔؟“ فونی نے ریت سے غریب بچے میں کہا۔

”مم... میں نہیں سمجھی۔“

”مسٹر عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”اے وہ منکوس.... میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

”وَكَيْفَ إِلَيْهِ“

”اگر وہی ہے تو مجھے کی کیا ضرورت ہے۔ سامنے کیوں نہیں آتا؟“

”تم نہیں سمجھ سکتے۔“

"خیر... مجھے کیا..."

پھر اپنی اپنے ملازمین میں گھر گیا تھا اور دریا سیدھی اپنی چھوٹی ادا کی طرف چلی گئی تھی۔ پہلے وہ عمران کے متعلق سوچتی رہی تھی پھر ذہن ڈان فلکان کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ کیا ڈان کا خیال صحیح ہے کیا کچھ ڈان فلکان نے فرما دیا تھا کیا آپ محض اداکاری کر رہے ہیں کب تک... اور پھر اداکاری بھی یادداشت ضائع ہو جائے گی۔... کب تک معمول پر نہ آ سکے گا۔ کیونکہ اس سے ملحدگی میں ملاقات کی جائے۔ لیکن وہ تو پولیس اسپتال میں ہے اور پولیس سرجن اس ڈان کی ملازمہ کی حیثیت سے جانتا ہے پھر ایسا کب ٹیلی اور کئی یاد آئیں نہ جانے بچا لیاں کہاں ہوں گی۔ یہ دشمن ان پر کیا گزر رہی ہو گی۔ خدا عاقبت کرے ڈان فلکان اور منجوس بھڑا کو۔

اس کی منہیاں نحتی سے بھینچ گئیں۔ اس نے تہہ کیا کہ ڈال ان فاکان سے ضرور ملے گی۔

پھر ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ پولیس ہسپتال جا پہنچی تھی۔ اطلاق سے پولیس سر جی سی

سے پہلے نہ بھیڑ ہوئی۔ وہ اسے دیکھ کر لٹک گیا۔

”ہو سکتا ہے میں اس کی یادداشت واپس لاسکوں۔“ ریتا بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر بولی۔  
”میں نہیں سمجھا۔“

”میں اس وقت موجود تھی جب اس نے خلی اور کئی کو بندر کے سلسلہ میں سفر کیا۔“

”آپ نے پہلے اس قسم کا کوئی بیان کیوں نہیں دیا؟“

”نواہ تلوہ البھا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اب جب کہ مسٹر ذبی ولسن ہرم گروائے جا رہے ہیں اس طرح نا مویش روہ ملتی ہو۔“

”اگر یہ بات ہے تو شاید آپ اس سلسلے میں کچھ مدد کر سکیں... آئیے میرے ساتھ!“

وہ اسے اس کمرے میں لایا جہاں وہ ان فاکان مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر دکا رین کو گھورنے لگا۔

اس کے بعد کچھ غیر مانوس سے الفاظ اس کی زبان سے نکلے تھے۔

”کیا کہہ رہا ہے؟“ رینا نے سر جن سے پوچھا۔

”ایچنی کے علاوہ اور کچھ نہیں بول سکتا۔“

”یہ“ غلطی ہے اگر یزیدی بھی روائی ہے یوں لگتا تھا وراثت انہیں بندہ کے بارے میں کیسے بتا دیتا۔  
 سب اس معنی سے تاملد ہیں۔“

جن کی سوچ میں پڑ گیا اور یہاں نے ان فغان کو مخاطب کر کے انگریزی میں کہا: "مجھے

تہ ہے کہ ہم مجھے نہیں پہچانتے۔ تم نے کئی دن ہم قتلوں کے ساتھ گزارے تھے۔

والن فاکان بالظن اسی طرح اسے دیکھتا رہا جیسے کچھ بھی نہ سمجھ سکا ہو۔

”تمہارا یہ فراموشیوں کے دنوں چلے گا؟“ رہنما پھر بولی۔

..... "سرجن ہاتھ بلا کر بولا۔ "ایک تجویز ہے۔ ہم ایک بار پھر شکر کی چٹھالی پر

۱۰۰۰ روپے

بہارِ حیات اور موت

کے ہونے کہا۔ ”اگر تاج کے لیے اس قسم کا کوئی نذرانہ ملا تو مجھے یہ موقع ملے گا کہ

۱۰۰

سامنے آتا ہے تو اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی کیونکہ سرکس ہی کی ایک لڑکی ساتھ چلتے پر آمادہ ہو گئی ہے۔"

کچھ دیر بعد... دو بچوں میں پانچ مسلح کانسٹیبل ایک سب انسپکٹر پولیس سر جنرل اور ڈان فاکان جیکس کی طرف روانہ ہو گئے۔

ڈان فاکان سر جنرل اور رینا ایک ہی جیب میں تھے راستے میں کئی بار ڈان فاکان اپنی جیب میں کچھ بڑبڑاتا تھا لیکن اس کے انداز سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ گرد و پیش کے ماحول سے قطعی بے خبر ہو۔ رینا نے اسی جگہ گاڑی رکوائی جہاں پہلے توڑے سے قتل دہشت گردین روکی گئی تھی۔ جیبیں والی جیب بھی رک گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور گاڑی کھڑی نظر آئی جس میں ایک بی بی بیٹا کوئی سو فی سیلاب ہی کتاب پڑھ رہا تھا۔

وہ سب بچوں سے اتر گئے۔

بی بی کتاب بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی باعبار تھیں پولیس انسپکٹر نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

دونوں بچوں کے ڈرائیور ایک مسلح کانسٹیبل سمیت وین ڈک گئے اور بقیہ لوگوں نے پڑھائی کا رخ کیا۔

پولیس انسپکٹر بار بار سڑک گاڑی میں بیٹھے ہوئے بی بی کو گھورنے لگا تھا جواب پھر اپنی سو فی سیلاب کتاب میں ڈوب گیا تھا۔

ڈان فاکان خاموشی سے راستے طے کر رہا تھا اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی کہیں بھی تو اس کی آنکھوں میں شناسائی کی جھلک نہیں دکھائی دی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پہلی بار ادھر آیا ہو۔

رینا سوچ رہی تھی کہ کہیں اس سے غلطی تو سرزد نہیں ہوئی۔ اگر آج پھر کوئی حادثہ پیش آیا تو دہشت گرد کو کیا جواب دے گی۔

کچھ دیر بعد وہ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں بندر دکھائی دیتا تھا۔ ڈان فاکان کو ایک طرف ہٹا دیا گیا۔ رینا مسلح کانسٹیبلوں کے زمرے میں تھی۔ پولیس سر جنرل ڈان فاکان کو بغور دیکھ رہا تھا۔

اپنا تک اسی وقت ٹھیک ادھر ہی سے دو آدمیوں کے سر اُبھرے بدھر بندر نمودار ہوا تھا۔

الوہو... رینا چونک پڑی پھر اس نے سختی سے اپنے ہونٹ میچھے لئے ان میں سے ایک پہلی پہچانی شخصیت تھی اور دوسرا بڑے بالوں والا ایک بی بی توجواں تھا۔

رینا کی حیرت بڑھتی رہی... عمران یہاں کہاں؟

دونوں پوری طرح سامنے آ گئے۔ مسلح کانسٹیبلوں کے تیور بتا رہے تھے جیسے وہ ان پر اپنا تک حملہ کر دینے کے حکم کے منتظر ہوں۔

دفعتاً ڈان فاکان پھر کچھ بڑبڑایا اور رینا نے دیکھا کہ عمران نے منہ کر بالکل ویسی ہی زبان میں اسے مخاطب کیا جس پھر کیا تھا ڈان فاکان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دونوں کے درمیان زبانی ٹھن گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں ایک دوسرے کو پہچاننا نہیں گئے بی بی توجواں کھڑا نہیں رہا تھا۔ پھر مسلح کانسٹیبلوں کی دخل اندازی نے انہیں ایک دوسرے سے فاصلے پر پہنچا دیا تھا۔

"ہاں نہیں توڑ..." عمران سر جھٹک کر بولا۔ "سالے نے خولہ خولہ کالیاں دینی شروع کر دیں۔"

"تک... کیا آپ اپنی جانتے ہیں۔" پولیس سر جنرل نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"کیوں نہیں..."

"اس نے کیا کیا تھا؟"

"بڑی گندی سی گالی دی تھی پھر میں نے بھی دو سنا کیں کہ عقل ٹھکانے آگئی ہو گی؟"

ڈان فاکان پھر بے تعلقات انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دیر سے اس کی زبان لپ نہ کھلی ہو۔

"آپ کون ہیں؟"

"میرے دادا... کیا میں آپ کو آدمی کی بجائے کچھ اور نظر آ رہا ہوں۔"

"یہ بات نہیں؟" سر جنرل نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہمیں توقع نہیں تھی کہ یہاں ہمارے دادا

کو لے کر بھی موجود ہو گا۔ شاید بچے آپ ہی لوگوں کی گاڑی کھڑی ہے۔"

"ہم بھی بندر دیکھنے آئے تھے۔ اخباروں میں پڑھا تھا اس کے متعلق..."

"کیا آپ سرور گڑھ ہی کے باشندے ہیں؟"

"جی نہیں یزن گزارنے آئے ہیں۔"



رہا اور دہول اور کچھ سکتی تھی لیکن وہ خاموش رہی۔ عمران نے متعلقہ ذہنی کا قول کر سی  
تھیں ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"میرا نام سعید صدیقی ہے۔ پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر ہوں۔"

"میرا نام علی عمران ہے۔"

دونوں نے مصافحہ کیا اور ڈاکٹر بولا۔ "ہمیں کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی جو ایجنسی جانتا ہو۔"

"یہ آخر ہے کیا جا؟" عمران نے ڈان فاکان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آپ نے اخبارات میں اگر وہ کبلائی پڑھی ہے تو ڈان فاکان کے بارے میں بھی جانتے  
ہوں گے۔"

"آہا... تو یہ حضرت ہیں ہمارے ان کا کیا بکاڑا تھا کہ مجھے گالیاں دیتے لگے۔"

"یادداشت کو بیٹھا ہے کبھی کبھی صرف ایجنسی میں بڑا لگتا ہے۔"

"آپ لوگوں کو بھی گالیاں دیتا ہو گا صورت ہی سے نا اہل معلوم ہوتا ہے۔"

"نہی قویات ہے۔ دراصل اس کی زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ کار بکار کھنا چڑے گا۔"

سب اسٹیکر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کبلا۔ "چند روز منت تو ہو گئے۔"

عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا وہ بھی عمران ہی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں جناب! کیا آپ کو ادھر آتے ہوئے خوف نہیں محسوس ہوتا تھا؟" اس نے عمران

سے پوچھا۔

"میرے ساتھ ظفر الملک ہیں۔" عمران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی

ظفر اللہ نہیں کہ خوف محسوس ہوتا تھا؟"

"کیا بات ہوئی؟"

"آپ لوگ ان پچاری خاتون کو یہاں کیوں لائے ہیں؟" عمران نے رہنمائی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ کو مجھ سے کوئی سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔"

"بالکل پہنچتا ہے! میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اس ایجنسی کو منہول سمجھ کر سڑک پر پھینک گئے

تھے لیکن بے چاری لڑکیاں۔"

"آپ اسے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اردو کچھ جانتی ہے۔" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہی ہاں... اردو خود ہی آتی ہے۔"

وہ کبلائی نے پی کر کہا۔ "وہ رہا۔"

اور ٹھیک اسی وقت ایک دھماکہ ہوا... افراتفری مچ گئی... گہرا حوالہ انہیں اپنے ٹرنے  
کا مل رہا تھا۔



عمران نے بائیں جانب والے تھیمپ میں چھلانگ لگائی تھی۔ باوی تیزی سے لڑھکتا ہوا نیچے  
جھانک رہا تھا پھر کمر کسی شوس چیز سے ٹکرائی اور آنکھوں میں تارے راج گئے کوئی بڑا پتھر لڑھ میں  
عائش ہو گیا تھا وہ انتظار میں چھلانگ اسے سینکڑوں فٹ گہری کھد میں لے جاتی۔ کمر میں ایسی ہی  
پوٹ آئی تھی کہ کئی منٹ تک اس کے جسم میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہو سکی۔

آنکھیں بند کئے دم بخود چارہ لہ کر رہا بھی کیا۔ فی الحال ذہن سے سب کچھ مٹا ہوا گیا تھا ایسا  
محسوس ہو رہا تھا جیسے کمر کی پوٹ نے سارے جسم کو سن کر دیا ہو۔

کیا ریزہ کی ہڈی ٹوٹ گئی؟ ذہن میں جھلکا ہوا تھا اس خیال پر لیکن پھر فوراً خیال آیا ایسا  
نہیں ہو سکتا۔ ریزہ کی ہڈی ٹوٹی تو وہ یہ سوچنے کے قابل نہ رہ جاتا کہ کہیں ریزہ کی ہڈی تو نہیں  
ٹوٹ گئی۔

پھر وقت اور گذری اس کا ذہن آہستہ آہستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے کی  
کوشش کی اور بغیر و عافیت اللہ بھی بیضا البتہ کمر کی تکلیف بدستور قائم تھی۔

ایسا جبکہ تھی کہ یہاں سے سر پر پھیلے ہوئے نیلے آسمان کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھائی دے  
رہا تھا۔

یہاں سے لڑھکتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ اس دھماکا پر قدم ہٹا کر اوپر جھانک کر قریب قریب  
دھماکا ہی معلوم ہوتا تھا پھر نیچے نظر ڈالی تو روج تھا ہو گئی اور وہ اس پتھر سے چوٹ گیا جس سے گھرا  
کر رہ گیا تھا۔ وقت گذر رہا تھا عمران کی نظریں چڑھائی کی طرف لگی رہیں پھر اسے اوپر کچھ  
لوگ دکھائی دیتے۔

وہ ہاتھ جلا ہوا کر چیتے لگا۔ "اوجھ... اوجھ... میں اوپر نہیں چٹکی سکتا۔ یہ دیکھو... جلدی کرو..."

"تم وہاں کیسے پہنچے؟" کسی نے اوپر سے پوچھا۔

"یار کمال کرتے ہو۔ اسے کچھ کرو... ورنہ بالکل خپے چٹکی جاؤں گا۔"

"اچھا... اچھا... پتھر کو مستحکم بننے سے پکڑے رکھو۔ ہم کچھ کرتے ہیں۔"

پندرہویں منٹ بعد ایک رسہ پھیکا گیا اور پھر جب وہ اس رسے کے سہارے اوپر چڑھا تو سردی کے باوجود بھی سینے میں شرابور ہو رہا تھا۔

کچھ دیر ہاتھ جلا ہوا لے پڑا رہا۔ پھر اسٹینے کی کوشش کی اور درودیش کا بازو لینے کے بعد ان سے پوچھا۔ "میرا ساتھی کہاں ہے؟"

"سب موجود ہیں... اس کے علاوہ..."

"وہ لال... لڑکی۔"

"وہ بھی ٹی گئی۔" پولیس سر جن بولا۔ "لیکن ابھی ہوش میں نہیں آئی۔"

"کہاں ہے؟"

"وہ اوجھ... اس پتلی سی دراز میں پڑی ہے۔"

"عمران آگے بڑھا... دراز وقت سے زیادہ پتھری نہیں تھی لیکن طوالت کا اندازہ کر لینا دشواری تھا کیونکہ آگے گہری تاریکی تھی۔"

وہ پولیس والوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "لڑکی خالاک معلوم ہوتی ہے۔"

اس کے بعد اس نے اپنا سر پیشکش کر دیا۔

"ارے... ارے... کیا ہوا جناب؟" پولیس سر جن آگے بڑھ کر بولا۔

"ہائے... میرا ساتھی... عمران کر لہا۔" وہ جنگلی اسے لڑکی سمجھ کر لے گئے۔ سمجھا تھا دیکھ بھائی اگر تو نے سر کے بال بڑھائے ہیں تو دراز میں بھی رکھ لے... لیکن کون سنتا ہے۔

ہائے... آخر وہی ہوا جس کا عندیشہ تھا۔ خدا کے لئے اپنے کسی سپاہی کو نیچے بھیج کر دراز میں والے کو بلوا دیجئے۔"

"اچھا... اچھا... آپ خود کو سنبھال لے۔" سر جن بولا۔ اتنے میں سب انیسٹر بھیت کر

عمران کے قریب پہنچا اور اس کا بازو پکڑ کر کہنے لگا۔ "آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ کا تعلق انہی جنگیوں سے نہیں ہے؟"

"اب تو ہو ہی گیا ہے تعلق۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تک میرا ساتھی نہ مل جائے مطلب خود میں بھی نہیں سمجھ سکتا۔"

"وہ شاید ہوش میں آ رہی ہے۔" سر جن نے کہا اور تیزی سے دراز میں داخل ہو گیا۔

تو سر نہ دیکھے... میری بات کا جواب دیجئے۔" سب انیسٹر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"آپ کی بات نے لا جواب کر دیا ہے مجھے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ جنگی کس طرف سے آئے تھے۔"

"آپ نے نہیں دیکھا تھا؟"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی جناب! ابھی ابھی آپ ہی نے مجھے اس کلمہ سے لگا لیا ہے۔" حاکم ہوتے ہی قوامیں اپنے حواس کو بیٹھا تھا۔

"بہر حال آپ لوگ شے سے بالا تر قرار نہیں دیے جاسکتے۔"

"ابھی نہیں دیے گئے۔ میری تو شکل ہی دیکھ کر لوگ شے میں بڑھاتے ہیں۔"

سر جن رینا کو سہارا دیئے ہوئے دراز سے برآمد ہوا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر عمران پر نظر ڈھری۔ کچھ کہنے کے لئے ہوتے ہی تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔

عمران دوسری طرف مڑ کر ایک کاشییل سے بولا۔ "بھائی اذرا نیچے جا کر اس دراز میں والے کو

اواز۔"

"میری اجازت کے بغیر کوئی یہاں سے مل بھی نہیں سکتا۔" سب انیسٹر غریبا۔

"اچھا تو وہ لوگ آپ کی اجازت ہی سے میرے ساتھی کو اٹھائے گئے ہیں۔ اب سمجھا۔ لڑکی کو اٹھانے کے لئے میرے ساتھی کو قربانی کا بکرا بنانا پڑا۔" وہ بولا۔

"طیلول بالاول میں کیا رکھا ہے؟" سر جن رینا کو ایک طرف بٹھاتا ہوا بولا۔ "ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔"



"یہ ہوئی ناقاعدے کی بات" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب بتائیے وہ کدھر سے آئے تھے؟"

بات دراصل یہ تھی کہ کسی کاشییل نے بندر کو دیکھ کر غور لگایا تھا۔ پھر دھماکہ ہوا تھا اور ان پر بے ہوش طاری ہو گئی تھی۔ کوئی دیکھ ہی نہیں سکا تھا کہ جنگلی کب اور کدھر سے آئے تھے۔ سر جن عمران کو اس کے بارے میں بتا رہا تھا کہ جنسن بھی آپہنچا۔

عمران نے اسے دیکھ کر اس طرح منہ بنا دیا جیسے روی تو اسے گا۔ پھر گھو گھیر آواز میں بولا۔ "اسے میرے دوست کے پار وٹاؤ۔۔۔ وہ چمراؤ۔ جنگلی اسے لڑکی سمجھ کر اٹھالے گئے۔"

"کسے؟"

"ظفر کو۔۔۔"

"اور آپ لوگ؟" جنسن نے تیر لہجے میں پوچھا۔

"لیکن تم خود بخود کیسے پٹے آئے؟"

"میں نے شاید دھماکا سنا تھا۔"

"اگر سیاب نے گولہ مارا تھا۔۔۔ تم نے ٹھیک سنا تھا۔"

"ٹھیک سے بتائیے جناب۔۔۔ بڑبائی کس کہاں ہیں؟"

"یقین کر بھائی۔۔۔ ان محترمہ کے دھوکے میں ظفر کو اٹھالے گئے۔" عمران نے رینا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ ٹھک کر کمزری ہو گئی۔

"پھر کیا کہوں؟ آپ تو اس دراز میں جا بیٹھی تھیں۔ میرا ساقی جیسے سے انہیں لڑکی ہی لگا ہو گا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ وہ لوگ کدھر سے آئے تھے۔ آپ نے ضرور دیکھا ہو گا کیونکہ آپ کو دراز میں داخل ہو جانے کا ہوش تھا۔"

"اُدھر سے۔۔۔" رینا نے دایہنی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

جنسن اس طرف بڑھا ہی تھا کہ سب انسپکٹر دھماکا۔ "غصہ و اتم دونوں حراست میں ہو۔ جنہیں وہاں سے ساتھ سرور گڑھ چلنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" جنسن عمران کی طرف مڑا۔

"یہ حضرات ہمیں ان جنگیلوں کے سر پرست سمجھ رہے ہیں۔"

"یہ کیا کہہ اس ہے؟" جنسن سب انسپکٹر کو گھورتا ہوا بولا۔ "میں ابڑبائی کس نواب زادہ ظفر الہک کا سیکرٹری ہوں۔"

"اور کیا۔۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن سیکرٹری صاحب۔۔۔ ذرا آپ بھی اپنی یہ پھول دار جاکٹ اتار دیجئے۔۔۔ پیچھے سے فلائمی ٹیکس دکھائی دیتی۔"

"کیا؟" آپ دیر کیوں کر رہے ہیں؟" جنسن ہنسا کر بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔۔۔" عمران رینا کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان کی جیکٹ اور پتلون دیکھ۔"

"میں کہہ رہا ہوں جناب۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں دیکھنا چاہئے۔" سر جن نے انسپکٹر سے کہا۔

سب انسپکٹر چند لمبے کچھ سوچتا رہا پھر کاشییلوں کو اشارہ کرتا ہوا اسی طرف بڑھا۔

اس طرف کی ڈھلان ناقابل عبور نہیں تھی۔

"لگ۔۔۔ کیا آپ بھی۔۔۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں یہاں آگئی تو نہیں غصہ سکتی۔" رینا نے کہا۔

وہ اس کے برابر ہی چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ظاہر نہ ہونے دینا کہ مجھے پیچھا تھی ہوا۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"سب ظاہر ہونے دیا ہے۔ میں جنہیں غلط سمجھی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"سب ٹھیک ہے۔"

جنسن بڑے جوش میں سب سے آگے نکل رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ رک کر اس نے زمین سے کوئی عجیب الہائی۔۔۔ اور پھر وہ سب اس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔

"سرشادنگ کا ایک رہنشی رہا ہے۔"

"بڑبائی کس کا دامال۔" جنسن عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کوئی ہمارے کار کے طور پر۔" عمران نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں ہاں جانتا تھا۔۔۔ اس نے بھی کچھ اٹھایا۔۔۔ یہ فلائمنٹین تھا۔"

"اس نے سر جن سے کہا۔"

”کیا مطلب؟“

”شاید وہ پوری طرح بیہوش نہیں ہوا تھا۔ نشان دہی کرتا گیا ہے۔“ عمران نے کہا اور بائیں جانب چل پڑا۔

سب سے پہلے سر جن نے اس کی تقلید کی تھی۔ یہ راستہ اشارہ گزار ثابت ہوا۔

ایک جگہ سے دورے کے قریب ظفر الملک کا مظر پڑا۔ وہ پھر رک گئے۔ ڈان فاکان بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ اس نے کچھ کہا اور عمران مڑ کر مسکرائے لگا۔

”کیا کہہ رہا ہے؟“ پولیس سر جن نے کہا۔

”مظفر کی والدہ محترمہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ناگوار ہے۔“

”ارے تو کیا باتیں میں بھی؟“

”جی ہاں۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”دنیا کی ہر زبان ماری ہی نہ جان بھلائی ہے۔“

”آپ لوگ بے غلی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا یہ باتوں کا وقت ہے۔“ جنمسن جھٹا کر بولا۔ اور

اسی جگہ سے دورے میں گھسنا چلا گیا۔

”خبرو... خبرو...“ پولیس انسپکٹر چیخا رہا۔ لیکن کون سنتا ہے۔ جنمسن ان کی نظروں

سے اوجھل ہو چکا تھا۔

پھر عمران نے بھی آگے بڑھنا چاہا تھا لیکن انسپکٹر اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔ ”اپنے ساتھی کی رسید آجانے دیجئے پھر آپ بھی رخصت فرمائیے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”ہو سکتا ہے دو اتنی دیر میں کسی غار میں گر کر اپنی ہڈیاں سرمہ کر چکا ہو۔“

”تو پھر؟“

”میں اپنا موجودگی میں کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

”تو یہ سب کچھ ہوتا ہی رہے گا؟“

”میں مجبور ہوں۔۔۔ جب تک کوئی ایسا آدمی ساتھ نہ ہو جو ان اطراف سے بخوبی واقف ہو۔“

”جتنی دیر میں آپ کوئی ایسا آدمی تلاش کریں گے۔ وہ جنگلی میرے ساتھیوں کو بھون کر کھا

جائیں گے۔ اچھی بات ہے آپ جا کر کوئی ایسا آدمی تلاش کر لائیے میں یہیں بیٹھا ہوں۔“

عمران کچ کچ دوسرے کے سامنے آگئی پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ ٹھیک اسی وقت دورے سے واپس ہونے ہماری قدموں کی آواز سنائی دی اور کوئی اچھل کر عمران پر آ پڑا۔ یہ جنمسن تھا اور گہرے ہی بیہوش ہو گیا تھا۔

پھر ایک مقابلہ کسی طرف سے نمودار ہوا اس نے بیہوش جنمسن پر ہی بھینسا مارا اور اس کی حرکت کو روک دیا۔ وہ مخالف سمت میں بلند ہوتا چلا گیا۔ دیکھا سہیلانی انداز میں چیخنے لگی تھی۔

”شاید اس پر ہی نہیں کوئی مادہ انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔“ سب انسپکٹر مقابلہ کی پڑوا پر نظر جماتے ہوئے بولا۔

”اور اب میں اسے لے کر بیٹھوں۔“ عمران جنمسن کی طرف مکا بلا کر کھلایا۔

”شکر کیجئے کہ ان حضرت کی واپسی ہو گئی۔“ سب انسپکٹر نے کہا۔

”ارے وہ پھر پلٹ رہا ہے۔“ کرنا چاہتی۔

عمران نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مقابلہ دوسرے جھپٹے کے لئے پلٹ چکا تھا۔

”قادر کرو۔“ اس نے چیخ کر کہا اور جنمسن پر چھا گیا۔ اس بار مقابلہ عمران کی پشت پر پٹے مارنا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا۔

دیکھا سب انسپکٹر سے الجھ پڑی۔ ”آپ قادر کیوں نہیں کرتے؟“

”راؤ ظفر کا حساب دینا پڑتا ہے۔ ہمارا اسلحہ چڑی ماری کے لئے نہیں۔“

”پھر وہ کیسے قابو میں آئے گا۔ ارے... ارے... پھر پلٹا۔“

اس امر جب عمران نے بڑی تیزی سے اپنا کوٹ اٹھا تھا۔ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ جیسے ہی

مقابلہ نے جھینما مارنے کے لئے غوطہ کھلیا۔ عمران کے کوٹ سے الجھ کر رو گیا۔

کوٹ سمیت اسے دوسری طرف جھٹک کر عمران نے اس پر چھانگ لگائی اور دیکھ کر بیٹھ

کہا۔ ”لکھا۔ اسی وقت ڈان فاکان دھاڑتا ہوا اس کی طرف دوڑا۔

”اچھو... اچھو...“ عمران چیخا۔ ”اب یہ مرادو براہ راست مجھے... گالیوں دے رہا

ہے۔“

انسپکٹر کے اشارے پر دو کا ٹیشیل ڈان فاکان سے چٹ گئے تھے۔ وہ رک تو کیا لیکن اس

کا ہاتھ بالکل رہی تھی۔



اسی دوران میں عمران بھی اٹھ کر اپنا کوٹ بھاڑنے لگا۔ عقاب کی گردن وہ پہلے توڑ چکا تھا۔  
رینا جیمسن کے قریب ہانپتی تھی اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کر دی  
تھیں۔ پھر ڈاکٹر بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
”یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟“ سب انسپکٹر نے عمران سے پوچھا۔

”کالیاں... صرف کالیاں جیسے یہ عقاب اس کا کوئی ناٹھالی رشتہ دار رہا ہو... اور سنو...  
وہ اب بوڑھی عورتوں کی طرح قرب قیامت کی دھمکی بھی دے رہا ہے۔“  
”وہ تو ٹھیک ہے جناب... لیکن آپ کیا جانتے ہیں۔“

”ناجیج...“ عمران کہتا ہوا پھر جیمسن کے قریب پہنچ گیا اور جھک کر اس کا اہم ہاتھ دھو لے  
لگا کیونکہ آستیش خون سے بھیگی ہوئی تھیں۔

بدقت تمام جیکٹ اتاری جا سکی۔ اس کا بازو زخمی تھا اور آستیش میں دو سوراخ نظر آتے۔  
”کوئی... یہ راقم کوئی کا ہے۔“ سر جن نے تہہ خیر لہجے میں کہا۔

”بڑی ذمہ داری ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”یہی قیمت ہے۔“ سر جن سر ہلا کر بولا۔

”اسی لئے میں روک رہا تھا۔“ سب انسپکٹر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”چائیں کیا پکڑ ہے۔“  
ٹھیک اسی وقت عمران نے بھی لڑائیں میٹر پر اشارہ محسوس کیا۔ اس وقت یہاں سے ہٹ  
بھی نہیں سکتا تھا۔ سب انسپکٹر سر پر سوار تھا۔ البتہ لڑائیں میٹر ٹکانا ہی پڑا۔

”کیوں سے کوئی بھرائی ہوئی آواز میں پکار رہا تھا۔“ ریلو... ریلو... عمران صاحب...“  
”ریلو... عمران... ہوا زونٹ۔“

”نظر الملک...“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہائیں... تم کہاں ہو؟“

”سڑک کے کنارے چڑا ہوں... لیکن کہاں... یہ نہیں بتا سکتا۔“

”جس راستے سے ہم آئے تھے۔ اسی پر تو نہیں۔“

”یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔“

”اور کون ہے تمہارے پاس...“

”کوئی بھی نہیں... دور دور تک کوئی نہیں دکھائی دیتا۔“

”تم وہاں پہنچے کس طرح؟“

”کچھ پتا نہیں... دھماکے کے بعد سے کچھ بھی یاد نہیں۔“

”اچھی بات ہے... جہاں او وین ٹمبر... میرا خیال ہے تمہارا مشر بھی ڈان فاکان ہی کا  
سارو ہے۔ ہم سزاوار گڑھ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔“

”بہت بہتر۔“

عمران لڑائیں میٹر کا سوچ آف کر کے اسے جیب میں ڈالنے ہی والا تھا کہ سب انسپکٹر نے  
”بہت قیمتی ہے۔ ہرگز نہ دوں گا۔“ عمران بولا۔

”میں پوچھ رہا ہوں کہ آپ کے پاس پر مٹ ہے اور آپ کس سے گفتگو کر رہے تھے؟“

”میں اپنے اسی ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا جو رافٹوں کے درمیان بھی ان وحشیوں سے  
گھونکا۔ وہ سا تھا۔ وہ اس وقت کسی سڑک کے کنارے پڑا ہوا ہے۔“

”میں پوچھ رہا ہوں پر مٹ۔“

”آپ جھک مار رہے ہیں۔“ رینا آگے بڑھ کر بولی۔ نہ جانے کیوں اسے ہنسنے لگا تھا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟“

”یہ سنا جانتا ہوں کہ مجھے کب کیا کرنا چاہئے؟“

”اتنا بد جاتی لیکن سر جن آؤں آئے... وہ ڈھکی جیمسن کے لئے فوری طور پر طبی امداد  
لا رہا ہے۔“

”اسے وہاں سے اٹھا کر سڑک تک لے جانے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔“

”کالیاں سزاوار گڑھ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ عمران اپنی جیب ڈرا بیچ کر رہا تھا۔ کچلی سیٹ پر  
کھڑا کسی طرح لٹا دیا گیا تھا۔ اور اب سب انسپکٹر عمران کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔“

”آپ میرے ہینڈ کو آؤر پٹیں گے۔“ انن نے عمران سے کہا۔

”پارہا ہل... آپ بھول رہے ہیں۔ ویسے آپ کب بھرتی ہوئے تھے جناب؟“

"بھرتی نہیں ہوا تھا۔ ٹریڈنگ کالج سے آیا ہوں۔"

"ابو اچھا... بھلا بتائیے تو... سوگ کی چھڑی کا کیا فارمولا ہے۔"

"آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"میرا ایک انسپکٹر دوست سوگ کی چھڑی پر اتھارتی ہے۔"

"خیر دیکھوں گا۔" سب انسپکٹر سر ہلا کر بولا۔

ایچانک گاڑیاں راک لٹیں... ظفر الملک مل گیا تھا۔ اس کے پکڑے ہمارے تھے... اور وہ بے شک کھڑا ہو سکتا تھا۔

وہ سب گاڑیوں سے اتر پڑے۔ ظفر الملک کو سہارا دے کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا۔ مرزا عمران کے قریب کھڑی تھی اس نے آہستہ سے کہا: "ٹھیک اسی جگہ وہاں ٹاکان بھی پڑا تھا۔ اور ہاں ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ میں بھی اس حادثے کے وقت وہاں موجود تھی۔"

"فکرت کرو... سب دیکھ لیا جائے گا۔"

سب انسپکٹر نے انہیں گفتگو کرتے دیکھ کر ان کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"یار تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ میں اب تمہیں اپنی گاڑی میں نہیں بیٹھنے دوں گا۔ یہ بیٹھنے کی میرے ساتھ... پولیس والوں میں اتنی دیر تک بیٹھنے سے میری گرامر کمزور ہو گئی ہے۔"

مرزا پہلے ہی اچھل کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ سب انسپکٹر نے اسے گھورتے ہوئے کہا: "نہیں... اسی گاڑی میں جا بیٹے۔"

"میں تو نہیں جاتی۔"

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں؟" سب انسپکٹر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"سنو دوست! عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے بولا۔ "مورتوں سے اس

لجے میں گفتگو نہیں کیا کرتے۔ جہاں ایس پی بی اے حسن پرست آدمی ہے۔ اگر شکایت کر دی گئی تو

اسے بڑا دکھ ہو گا۔ سردار گڑھ پہنچ کر میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا۔ میں جانتا ہوں اپنی

گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میرا سنا تھی تمہاری ہی گاڑی میں ہے۔ میں اسے پھونک کر کہیں بھاگ نہیں سکتا۔

"اچھی بات ہے سردار گڑھ پہنچ کر دیکھا جائے گا۔" سب انسپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اگلی گاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔

گاڑیاں پھر چل پڑی تھیں۔ مرزا مرزا کر جیمن کو پتہ تشویش نوروں سے دیکھتی ہوئی بولی تھا

نہیں بھلا... اس دورے میں کیا گذری... مگر ہم نے شاید فائر کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔"

"فحش نہیں...؟" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں آپ سے شرمندہ ہوں مسٹر عمران۔"

"کوئی بات نہیں... میرے سلسلے میں عورتوں کو عموماً شرمندگی ہی اٹھانی پڑتی ہے۔"

"مسٹر ولسن بڑے پیار سے آپ کے قصے سناتے ہیں۔"

"یو ڈھانک گیا ہے۔ اللہ اس پر رحم کرے۔"

"ان کے سلسلے میں ڈی ایس پی کو سننے کی کھائی پڑی۔ وہ چاہتا تھا کہ عذارت نہ ہو سکے۔"

عمران کچھ نہ بولا... گاڑیاں سردار گڑھ کی طرف بڑھتی رہیں۔



شام ہو گئی... لیکن مرزا کا سراغ نہ مل سکا۔ ڈی پی بے حد پریشان تھا... وہ سوچا بھی نہیں

تھا تھا کہ وہ پولیس والوں کے چکر میں پڑ گئی ہوگی۔ ورنہ پولیس اسٹیشن سے معلومات حاصل

کرنے کی کوشش کر لیتا۔ پھر اندھا چر پیٹنے لگا... سرکس کا شو بھی شروع ہو چکا تھا۔ اس نے منبر کو

غائب کر کے کہا: "میری دشواریوں میں اضافہ ہی ہو تا جا رہا ہے۔ کیا کروں۔ کچھ میں نہیں آتا۔"

"میں تو پہلے ہی سے لڑکیوں کا مخالف ہوں... ہاں۔"

"تم کدے ہو... آخر وہ کہاں غائب ہو گئی؟"

"ریپورٹ درج کر لوں گم شدگی کی۔"

"اس بار چھانی ہی ہو جائے گی۔"

ڈی پی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ریٹرو کھائی ہوئی اندر داخل ہوئی اور قبل اس کے کہ ڈی پی

بار سے گزرا تو اس کا تالپا کار بند بیان کر چلی۔

اگلی غصیلے انداز میں منتہر ہوا پھر اس کے خاموش ہوتے ہی بولا: "اس بار وہ تمہیں پکڑی

لے جائے تو بھر ہوتا۔"



"کیوں..."

"میں شہبے سے بالا تر ہو جاتا۔"

"اتنی خود غرضی..."

"آخر تم مجھ سے پوچھتے بغیر گئی کیوں تھیں؟" ڈینی وہاں۔

"آپ ابھی اجازت نہ دیتے... اور مسٹر ولسن اور آپ کا دوست علی عمران تو واقعی ایک کچھ میں نہ آنے والا آدمی معلوم ہوتا ہے... ایس بی اسے دیکھ کر بوکھلا گیا تھا اور پھر جو اس نے سب انپیکٹر کو ڈانٹ پائی ہے تو اس مرد کو کیا تھا۔"

"کہاں ہیں مسٹر عمران؟" ڈینی نے کسی قدر نرم ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یو ایس ہسپتال چلے گئے۔ ان کے دونوں ساتھی وہیں تو ہیں۔ شو میں اپنا کام ختم کرنے کے بعد میں بھی وہیں جاؤں گی۔"

"کیوں؟"

"انہوں نے بلایا ہے۔"

"اچھا... اچھا... اب جا کر شو کے لئے تیاری کرو۔"

رینا چلی گئی... اور ڈینی مسکرا کر اپنے فیئر سے بولا۔ "ماسٹر عمران کی عجیب شخصیت ہے۔"

"میں جانتا ہوں!" فیئر نے نہ اسامہ بنا کر کہا۔

"کیوں اتنی بار الجھ کر اب کیوں ہے؟"

"مجھے وہ بڑی یاد ہے... جو برسوں اس کے لئے روتی رہی تھی!"

"کدو... ہاں۔" ڈینی کا لہجہ بھی مغموم ہو گیا۔ "لیکن اس میں ماسٹر عمران کا کوئی قصور نہیں تھا۔"

"وہ خواہ مخواہ ان کے لئے پاگل ہو گئی تھی... یقین کرو وہ عورتوں کو منہ نہیں لگاتے۔"

"ایسے لوگوں کو کیا کہا جائے... یا تو وہ آدمی ہی نہیں ہوتے... یا اول درجے کے دیکار۔"

"وہ چاہتے ہیں کہ عورتیں ان کے پیچھے دوڑتی پھریں۔"

"نفسیات نہ پڑھاؤ مجھے... دفع ہو جاؤ۔"

فیئر چلا گیا... اور ڈینی نے بوجھ اٹھائی۔ گلاس لبریری میں کر رہا تھا کہ کوئی بغیر اجازت پر وہ بٹا کر خیمے میں داخل ہو۔

"ہائیک۔" ڈینی اچھل کر اٹھڑا ہو گیا... تم ڈان فاکن... جیت... تم یہاں کیسے؟"

لیکن وہ چینی چینی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا... کچھ بولا نہیں۔

"کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟" ڈینی نے سچ لہجے میں سوال کیا لیکن پھر کوئی جواب نہ ملا۔

"جب تم اپنی یادداشت ہی کھو بیٹھے ہو... تو تمہاری موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

ڈان فاکن کی پشت سے آواز آئی۔ "یہ خود نہیں آیا۔ لایا گیا ہے۔" اور پھر عمران سامنے آ گیا۔

"اوہ... گریٹ مین... ڈینی اس سے بغل گیر ہونے کے لئے جھپٹا۔"

"ٹھیک ہے... سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عمران اس کی پیٹھ چھینکا ہوا بولا۔ "میں اسے یہاں اس لئے لایا ہوں کہ اس کی یادداشت واپس آوے۔ اسے جتنی یاد آسکتے ہو یاد۔"

پھر اس نے ڈان فاکن کی طرف مڑ کر اپنی پیٹھ میں کچھ کہا تھا اور وہ بڑی سعادت مندی سے ایک اسٹول پر بیٹھ گیا تھا۔

اس کے بعد عمران آہستہ آہستہ ڈینی سے کچھ کہتا رہا تھا۔ ڈینی ان دونوں کو خیمے میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

عمران وہ گلاس اٹھا کر جو ڈینی نے اپنے لئے تیار کیا تھا، ڈان فاکن کی طرف بڑھتا ہوا کچھ بولا۔

کسی نرید سے کی طرح ڈان فاکن نے گلاس پر قبضہ کیا تھا اور اسے ختم کے بغیر کسی اور طرف نظر نہ اٹھائی تھی۔

وہ سر سے گلاس کا بھی لپٹی بٹھ رہا تھا۔ عمران تیسرے کی تیاری کر رہی رہا تھا کہ ڈینی دروازے سے اٹھ اٹھا۔

عمران کی طرف دیکھ کر اس نے اپنی پائیں آنکھ دہائی تھی اور مسکراتا ہوا پلٹ گیا تھا۔

تیسرے گلاس کے بعد اس نے ڈان فاکن کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خیمے سے باہر آ گیا۔

سامنے ہی یو ایس کی چپ کڑی تھی۔ ڈان فاکن نے ان کے لئے دروازہ کھولا۔

ان فاکن اور عمران کی چپلی میٹ پر بیٹھ گئے۔ چپ چل پڑی۔ اب جو غصہ ہی ہو اگلی تو ڈان فاکن کی اہان بھی چل پڑی۔ پتہ نہیں کس قسم کی بکواس تھی جس کے جواب میں عمران بھی چپکے

کا تھا۔

کچھ دیر گاڑی مختلف سڑکوں پر پکڑتی رہی۔ پھر ایس بی کے پینکے پر جا رہی۔ ڈان فاکان کو ایک کمرے میں پہنچایا گیا۔ اس وقت کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ عمران اسے وہیں بٹھا کر خود باہر نکلا اور دروازے کو باہر سے قفل کر دیا۔

راہداری میں ایس بی موجود تھا۔

”کہتے... کیا رہی...؟“ اس نے پوچھا۔

”آپ کے ڈاکٹر صاحب تحریر لے آئے یا نہیں؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ہاں... وہ ڈاکٹر انکس روہم میں موجود ہیں۔“

”میں بالکلے ایس جانتا ہوں کہ ان کی موجودگی ہی میں اس کی یادداشت واپس آئے۔“

ایس بی چلا گیا۔

واپسی پر پولیس سرجن کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ تھے۔ ڈینی ان میں شامل تھا۔ عمران کے اشارے پر وہ برابر والے کمرے میں چلا گیا اور بقیہ اس کمرے کے دروازے پر کھڑے رہے جس میں ڈان فاکان کو عمران نے چھوڑا تھا۔

ایک اندر سے کچھ کھروں کی بھٹکار سنائی دی جیسے کوئی رقص کر رہا ہو۔ پھر انہوں نے ڈان فاکان کی چیخ سنی... وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر کچھ کہہ رہا تھا پھر ایک بیک ایجنسی سے انگریزی پر اثر آیا۔

”دروازہ کھولو... بچاؤ... مجھے بچاؤ...!“

”دیکھا...!“ عمران پولیس سرجن کو آنکھ مار کر بولا۔ ”اس طریق علاج کو تھپالو جیکل ٹریٹ منٹ کہتے ہیں۔“

ڈان فاکان بدستور دروازہ پیٹ پیٹ کر پیچے جا رہا تھا... مجھے بچاؤ... ورنہ یہ مار ڈالے گا... دروازہ درندہ... خدا کے لئے دروازہ کھولو...!“

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور ڈان فاکان اچھل کر ان لوگوں پر آیا۔ سنبھال لیا گیا اور نہ منہ کے بل ہی گرا ہوتا۔

کمرے میں ایک رچھ بچھلی ناگوں پر کھڑا کھٹک کھٹک کر رہا ہے جا رہا تھا۔

دار سے دار سے قہقہے فغاں میں گونجنے لگی۔

ڈان فاکان بڑی طرح ہانپ رہا تھا۔ عمران نے پولیس سرجن سے کہا۔

”بس اب آپ لے جائیے اسے اور بیان لیجئے لیکن خیال رہے کہ کہیں دوبارہ بے ہوش نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو الٹینی ہوتا ہوا ہوش میں آئے گا۔ اور الٹینی کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔“

رچھ جہاں تھا وہیں لچکا رہا۔ آگے نہیں بڑھا تھا۔ عمران نے ڈینی کو آواز دے کر کہا

”لب میری طرف سے رچھ کو انعام دے دو۔“

پھر انہوں نے دیکھا کہ ڈینی نے اسی کمرے کے ایک دروازے سے برآمد ہو کر رچھ کے اگے جاؤں میں عسکری ایک بوجھل تھا دی۔

”اگر... تو یہ بیکر پیتا ہے...“ کسی نے حیرت سے کہا۔

”رچھوں کا ڈاکٹر ہے۔“ عمران بولا۔

سرجن ڈان فاکان کا بازو پکڑے ہوئے وہاں سے چلا گیا... شاید عمران کی بے تکلفی اسے کراہ گزری تھی۔ دوسرے لوگ رچھ کو بیڑ پیٹے دیکھتے رہے۔ بوجھل خالی ہو گئی۔

عمران نے ڈینی سے کہا۔ ”اب اسے یہاں سے لے جاؤ... ورنہ یہ مشاعرہ برپا کر دے گا۔“

اس کے بعد ایس بی عمران کو ڈنک روم میں لایا۔ سرجن ڈان فاکان سمیت وہاں سے باہر چلا گیا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کی خود فراموشی قطعی ذمہ دہ تھی۔“ ایس بی بولا۔

عمران خاموشی سے خود گم چلتا رہا۔ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا لیکن چہرے پر محنتوں

کے بال بدستور چھائے ہوئے تھے۔



ان فاکان نے اعتراض کر لیا تھا کہ اس نے مسلمان یادداشت کو بیٹھنے کی اجازت شروع کر دی۔ حالات کے مطابق پولیس اس پر ضرور شبہ کرتی۔ اور وہ بڑی دشواری میں پڑ جاتا تھا۔

اس کے سنا کہ وہ لڑکیوں کے اغوا کی سازش میں شریک نہیں تھا۔

پس ہوش میں آنے کے باوجود بھی نہ بتا سکا کہ اس کے بازو میں گولی کیسے لگی تھی۔ یا کس



نے فائر کیا تھا۔۔۔؟

”اور آگے جا کر بالکل تاریک ہو گیا تھا۔“ اس نے عمران کو بتایا۔ ”ہاتھ کو ہاتھ نہیں بچھائی دیتا تھا۔ میں پلٹ آنے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ بازو کو کوئی چیز چسپید گئی۔ پھر پتا نہیں کس طرح میں وہاں تک پہنچا تھا۔“

رات کے دس بجے تھے۔۔۔ رینا بھی اسی کمرے میں موجود تھی۔ ظفر الملک کو خواب آور دوا دی گئی تھی لیکن جنسین جاگ رہا تھا۔ بازو میں شدید تکلیف کے باوجود اس نے خواب آور دوا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

”تم دوسری صورتوں کی طرح ذرا پوک نہیں معلوم ہو تیں۔“ عمران نے رینا سے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ وہ آکر مسکرائی۔

”اس مہم پر چلو گی صبر سے ساتھ؟“

”اس کا انحصار مسٹر ولسن پر ہے۔“

”آسے میں دیکھ لوں گا۔“

”بس پھر مجھے بھی اذکار نہیں۔“

”مجھے آپ سے اختلاف ہے پور مجبئی۔“ جنسین بولا۔ وہ عمران کو اسی طرح مخاطب کرتا تھا۔

”اس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اتنے میں پولیس سرجن آگیا۔ اس نے عمران سے کہا۔ ”مگر انہیں آرام ہی کرنے دیا جائے

تو بہتر ہے۔“

”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

سرجن انہیں اپنے کمرے میں لایا تھا۔ بیٹھے ہی ڈان فاکان کا ذکر پھر گیا۔

”پولیس کا مطلب ہے ہوائ۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”غیر ملکی بھی کچھ دن یہاں رہ کر ہماری

پولیس کے طریق کار سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اس سچارے نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ

یادداشت کھو بیٹھے۔ کیوں نہ پولیس کا نام بدل دیا جائے۔ جیسے وکٹوریہ روڈ کا نام بدل کر بنارس

نور چھان کر دیا گیا ہے۔ پولیس کا نام ”ول رہا“ رکھ دیا جائے۔ یونی فارم بدل دیا جائے۔

چوڑی دار پانچواں۔ انجن اور دوپٹی ٹوٹی۔ جتنا زیادہ افسر ہو اتنا ہی زوردار سرمد لگائے۔۔۔

دیکھ لیا حرم آتا ہے۔ عوام پولیس کو کانٹے پر اٹھائے اٹھائے پھریں گے۔ آپ خود سوچئے۔

آپ پولیس سرجن کی بجائے ڈنر باسر جن کہلاائیں گے۔۔۔ ہائے ہائے۔۔۔“

سرجن فیس رہا تھا عمران کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”یقین کیجئے اگر آپ سے ملاقات نہ

ہوتی تو میں اپنا زندگی میں کسی نہ کسی قسم کی کمی ضرور محسوس کرتا۔“

”کرے؟۔۔۔“ اب ڈان فاکان کو میرے حوالے کر دیجئے۔۔۔ سب دیکھ لوں گا۔“

”نہیں میں ملوث ہے۔۔۔ اس لئے شاید ضمانت کے بغیر ایسا نہ ہو سکے۔“

”خیر اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔“

رینا اردو سمجھ سکتی تھی۔ اس لئے وہ بھی اس دوران میں ہنستی ہی رہی تھی۔ پھر دوا اٹھ گئے۔

”آپ کا قیام کہاں ہے؟“ رینا نے ہسپتال سے باہر اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ دونوں اسپتال پہنچ گئے اور میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔“ عمران گلوگیر آواز میں بولا۔

”کیا مطلب؟“

”یہاں پہنچنے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ قیام کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔“

”تو پھر ہمارے ساتھ رہئے۔۔۔۔۔“

”یعنی اپنی اور اس کے رنجشوں کے ساتھ۔۔۔ خدا بڑا دھرم رکھے۔“

”مسٹر ولسن آپ کی اتنی تقریریں کرتے ہیں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ جیب کی اگلی لاشٹ کا دروازہ کھول کر اس نے رینا سے بیٹھے کو کہا تھا اور

دوا اٹھانے کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

جیب حرکت میں آئی اور تاریکی کا سینہ چیرتی آگے بڑھتی رہی۔

”کیا ایسا ہی ہے اگر ہم اس وقت اس جگہ چلیں جہاں ڈان فاکان اور میرا سما تھی پائے گئے تھے۔“

”نہیں۔۔۔ کونسی اعتراض نہیں۔“

”اب تو ہمارے ہی ہو؟“

”نہیں۔۔۔ مسٹر ولسن کو معلوم ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس لئے اس طرف

میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔“

”کیا؟۔۔۔“

”بھلا سے کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آج پولیس پادری

بھی اوجھری جانے والی ہے تو ہرگز نہ جاتا۔"

"وہ مطلب میرے ذہن میں بری طرح کلک رہا ہے۔ اس گولی سے بھی زیادہ جو مسٹر جنسن کے بازو میں لگی تھی۔"

"ذہن بھی ہو.... کسی نے بھی اس کے بعد سے مطلب کا ذکر نہیں کیا۔"

"ہاں میں زیادہ تر اسی کے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔"

گلازی اب تنکیر کی چڑھائی کی طرف جا رہی تھی۔ سڑک بالکل سناٹا تھی۔ ان اطراف میں سورج غروب ہو جانے کے بعد ٹریفک کا سلسلہ ختم ہو جاتا تھا۔

عمران نے ٹھیک اسی جگہ گلازی روکی جہاں ظفر الملک چڑا ملا تھا۔ گلازی سڑک سے ہٹا کر گلازی کی گئی تھی۔ ہیڈ لائٹس بند کر دینے کے بعد پھر چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

"اڑاؤ... نظر نہ کرو... تم مجھے بھی اپنی ہی طرح لڑی پاؤ گی۔"

"اب آپ مجھے یہ خوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ترینا فیس پڑی۔

عمران نارنج کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ سڑک کے دونوں جانب اونچی اونچی اور ناقابلِ مہور چٹانیں تھیں۔

"یہاں آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"وہ راستہ جدھر سے وہ میرے ساتھ کو سڑک پر ڈال گئے تھے۔"

دینا نے ابتدا میں بڑی تیزی دکھائی تھی لیکن اب وہ رو کر چاروں طرف پھیلے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھیلانے لگی تھی۔ عمران نارنج کی روشنی میں بائیں جانب والی چٹانوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر دینا کا ہاتھ پکڑ کر گلازی میں آ بیٹھا۔ اور گلازی سر وار گڑھ طرف موڑ دی گئی۔

"کیا آپ نے وہ راستہ تلاش کر لیا۔" دینا نے پوچھا۔

"نہیں میں دیکھ نہیں گئے۔"

"تمہاری کیا بات ہے... آپ تو اس طرح کر رہے ہیں جیسے بازار میں کچھ خریدنے گئے تھے لیکن توکل دیکھنا چاہئے گا۔"

عمران نے خواہ مخواہ قہقہہ لگایا اور ہوا۔ "اس وقت میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم

"کیا بات ہوئی...؟"

"مجھے یقین ہے کہ تمہاری مدد کے بغیر یہ مہم سر نہیں ہو سکے گی۔"

"یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"آپاٹے کی... آپاٹے کی... ابھی سے غلہ میں کیوں پڑ گئیں!"



وہ سرے دن ظفر الملک نے ہسٹریچو ڈیا تھا۔ جنسن کے بازو کی تکلیف بد گئی تھی اور اسے سیدھا افسوس تھا اس طرح لیٹ جانے پر۔

اس درے کے سامنے مسلح پولیس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا جس میں جنسن زخمی ہوا تھا لیکن اس کے اندر داخل ہونے کی کوشش دوبارہ نہیں کی گئی تھی۔

لاحر عمران نے اپنی مہم کے لئے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ایک چھوٹا سا فیر جس میں کم از کم تین آدمی رہ سکیں۔ گلازی پر بار کر دیا گیا تھا۔ خورد و نوش کا سامان بھی ساتھ تھا۔

اگرچہ ناموشی سے سب کچھ دیکھ کر ہاتھ پاؤں کا پازہ پکڑ کر وہ سروں سے الگ لے گیا۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم وہ آدمی اس لڑکی کی حفاظت کر سکو گے؟"

"اسے لڑکی کی حفاظت کے لئے ایک ہی کافی ہوتا ہے تم اس کی قہر نہ کرو۔"

"پھر بھی میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس مہم میں لڑکی کیوں ضروری ہے۔"

"کال دونوگ تمہیں بھی اٹھالے گئے ہوتے۔" عمران بیٹھائی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"پھر عمران اب میں بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ بات جلدی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اچھا! سنو... وہ بندہ صرف عورت کی لاپرواہی کرتا ہے۔ اور وہی ان وحشیوں کا لیڈر ہے۔

وہ سب ہاتھ پاؤں سے جاتے ہیں۔"

"نہیں! تم اس سے بچاؤ کو چاہو، ہٹاؤ گے۔"



"اچھا تو کوئی ایسی تلاش کرو جو بے چاری نہ ہو۔ وہ اپنی خوشی سے بھاری ہے میں نے مجبور تو نہیں کیا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"تم چلنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ منہات کی شرط کے مطابق تم کہیں کے اختتام تک سردار گڑھ سے ہلکے بھی نہیں۔"

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ میں تم پر اٹھاؤ نہیں کرتا۔" وہی نے خاموشی کو اچھے میں کہا۔  
"بس تم بیٹھو آرام سے!" عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

پھر ظفر الملک اور ریاحیت وہ جھگڑنے کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ بار برداری کی یہ گاڑی سردار گڑھ کے ایس بی نے مہیا کی تھی۔

تینوں اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

"وہان فاکان کا کیا ہوا..." ظفر نے عمران سے پوچھا۔

"وہ پولیس پارٹی کے ساتھ ہے۔"

"اسکیم کیا ہے؟"

"ابھی خود ہی دیکھ لو گے۔"

اچانک ایک جگہ اس نے گاڑی سڑک کے نیچے اتاری اور اسے دھلان میں لیتا چلا گیا۔  
گاڑی روک کر نیچے اترا تھا اور ان سے بھی اتر لے کو کہتا ہوا دیرتا سے بولا۔ "کب میں جھپٹے"

مردہ ہوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"صرف ڈر ہی کافٹی پڑے گی۔"

"کیوں مذاق اڑا رہے ہیں میرا۔"

"یقین کرو... تم ابھی دیکھو گی... ہم تین شکاری ہیں۔ بڑے ہالوں والی کوسڑیاں ہیں۔  
پیشہ دار شکاری۔"

پھر ریاحیت نے گئی تھی کیونکہ عمران نے اس کی لاشی میں بالکل اسی کی ٹاپ کا سر ہونے لیا۔  
نک فرام کر لیا تھا۔ آجیے میں اپنی قفل دیکھ کر بے تحاشہ ہنس پڑی۔ سمجھان ڈال دی اور ہونے لگا۔

نہ ہلا نہ لگہ چپ کر رہ گیا تھا۔

"آپ بھی ڈال دی گئیں گے۔" عمران نے ظفر کو گھومتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"وہاں عالی میں نہیں چاہتا کہ آپ پھر اٹھائے جائیں۔" عمران ریاحیت کی طرف دیکھ کر بولا۔  
"یہ تو بندہ کو بھی مروی معلوم ہوں گی۔"

ریاحیت ہنس پڑی... ظفر جیسٹ کیا تھا۔ عمران چند لمبے کھڑا چاروں طرف دیکھتا رہا پھر ظفر کو بولا۔  
"تم اپنی پسند سے میک اپ کر سکتے ہو! میں اس طرف ادھر جا کر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا وہاں جہاں قیصر نصب کیا جاسکے۔"

وہ ہائیں جانب والی چڑھائی کی طرف بڑھا تھا اور ظفر اپنے میک اپ کی تیاری کرنے لگا تھا۔

"کیا آپ لوگ سرکاری سراج رساں ہیں۔" ریاحیت نے ظفر سے پوچھا۔

"نہیں... یہ ہماری پالی ہے۔"

"لیکن ایس بی تو عمران صاحب سے بہت زیادہ مرعوب معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ ان کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔"

"کچھ کچھ میں نہیں آتا۔"

"کیا کچھ میں نہیں آتا۔"

ظفر ولسن ان سے اپنے قریبی تعلقات کا ذکر کرتے نہیں تھے۔ یلین قسم صدمہ دیکھتے ہیں کہ وہ اگلی باتیں اچھی طرح نہیں جانتے۔

"میرا خیال ہے کہ ان کے والدین بھی شاید انہیں اچھی طرح نہ جانتے ہوں۔"

"وہاں کرنا کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن بات ہی ایسی ہے۔"

"میں کو... ہم لوگ تکلفات کے عادی نہیں۔"

"میں سے بالکل احمق معلوم ہوتے ہیں۔"

والی اور سب کے احمق ہیں۔ نہ ہوتے تو اس بوڑھے کھوسٹ کے لئے جھک جاتے پھرتے۔

اچانک کسی خوب صورت لڑکی کے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہوتے۔ یقین کرو اگر تم کو بھی تو میں ہسپتال ہی میں پڑا رہتا۔"





کے اوپر ایک آدمی دکھائی دیا جس پر ایک عتاب دورہ کر بھجوت رہا تھا۔  
بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ عتاب اسے چٹان کے سرے کی طرف دھکیل رہا ہو۔  
ایک دم سچے چٹان سے پھسل کر نیچے پانی میں آ رہا۔  
عتاب نے اوپر سے بھیجا مارا۔

اب وہ آدمی غوطے لگا لگا کر خود کو عتاب کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔  
شکار یوں میں سے ایک نے اپنی رائفل چھڑائی اور اس آدمی کے پانی پر ابھرنے سے پہلے ہی عتاب  
پر فائر کر دیا۔ عتاب پکڑا ہوا جیسے ولی چٹان پر جا کر اسیکھن وہ آدمی پانی کی سطح پر پھرتا ابھرا۔  
”کٹ... کیا وہ ڈوب گیا“ ڈان فاکان پکھلایا۔

”معلوم تو یہی ہوتا ہے۔“ سب انسپکٹر نے پر تشویش لہجے میں کہا۔  
کبھی وہ تالاب کی سطح پر نظر برداشتے تھے اور کبھی جیسے ولی چٹان کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔  
”کل بھی شاید یہی ہوا تھا۔“ انسپکٹر بی بی لایا۔ ”کسی نے عتاب کو گولی مارنے کی کوشش کی تھی  
جو ڈرامی والے کے لگ گئی تھی۔“

”تو پھر پلیس اس چٹان پر؟“ ایک شکاری نے پوچھا۔  
”سب چٹان پر کیا رکھا ہے۔ عتاب کے انڈوں کے علاوہ نہ تو کل ہی مار دیا گیا تھا۔ ماہو آج  
ہو گئی۔“ انسپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لاش کس طرح لٹائی جائے پتا نہیں کتنی کھرائی ہے۔“  
”کھرائی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“ شکاری بولا۔ ”بہتر یہی ہو گا کہ اسی جگہ فحش  
انتظار کریں۔ لاش اوپر ضرور آئے گی۔“



فلٹر انٹلکٹ نے گھڑی دیکھی پانچ بجنے والے تھے۔ عمران کی واپسی ابھی تک نہیں  
تھی۔ رینا نے آئیل اسٹوڈ پر کافی کے لئے پانی رکھ دیا تھا۔ اور جسے کے در کے قریب بیٹھی تھ  
ہوتے ہوئے سورج کا نظارہ کر رہی تھی۔

”یہ ایڈیٹر بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔“ اس نے فلٹر کو مخاطب کیا۔  
”اگر زندگی میں نہ ختم ہو گئی تو۔“

”لاہور۔“ رینا نے لاپرواہی سے شانوں کو جھٹک دیا۔

”واقعی بہت دلیر معلوم ہوتی ہو۔“

”جی نہیں... ہو گئی ہوں... تمہارا دوست مجیب ہے۔“

”میرے دوست نے کیا کیا ہے؟“

”میری تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے ملنے سے پہلے میں اتنی  
دلیر نہیں تھی۔“

”تم لڑکیوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔“

”یہ جملہ بھی بہت روائی ہے دنیا کی کسی زبان کا لٹریچر اٹھاؤ۔ یہ خیال ضرور ملے گا۔ حالانکہ

میں ہمارے خود اپنی ذات میں کوئی پیچیدگی نہیں پاتیں۔ اس کے برخلاف مرد... خدا کی پناہ۔“

”اگر وہ ہے لاکھوں کا خدا ہوتا ہے۔“ پشت سے آواز آئی اور رینا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”مرزا! تم یہی کھڑا مسکرا رہا تھا۔“

”اسلامی لگا کر عورتوں کی طرف داری کرتے شرم نہیں آتی۔“ اس نے کہا۔

”آپ کا یہ نواب زادہ دوست بھی عورت کی پیچیدگی کا قائل ہے۔“ رینا افس کر بولی۔

”کیا ہاں؟“ فلٹر نے اچھے ہوئے پوچھا۔

”جس راستے کا شروع مل گیا ہے جس سے گزر کر انہوں نے تمہیں سڑک تک پہنچایا ہو گا۔“

”اگر وہ وہاں کہاں سے آتے ہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”کافی پیچھے... یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔“ رینا نے اسٹوڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”عورت واقعی نعمت ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”چاہے ڈرامی داری کیوں نہ ہو۔“

”سب مراد حق از انہیں کے آپ لوگ۔“

”مرزا!... دل بڑھا رہے ہیں۔“

”مرزا! کو کیا ہو سکے گا...؟“ فلٹر نے سوال کیا۔

”سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔“

”اگر لی کر عمران نے کیس ماسک اور آئین کی تھیلیاں نکالیں اور رینا کو ان کے استعمال کا

”تو کیا رات کو؟“ ظفر بھر بول پڑا۔

”کوڑیوں کا شمار رات ہی کو ہوتا ہے۔“ عمران اسے گھور کر رہ گیا۔ توڑی دیے بعد ظفر الملک کو نیچے کے باہر لاکر بلا لائے۔ ”یہ میرا قطعی اور قطعی معاملہ ہے اس لئے تم دونوں کو ساتھ لایا ہوں ورنہ تم سے زیادہ تجربے کار لوگ بھی موجود تھے۔“

”آپ مجھے غلط سمجھتے ہیں صرف اسلیم معلوم کرنا چاہتا تھا۔ دن اور رات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہنے تو اندھے کوئیں میں چلا گیا لکھوں۔“

”میں نے کہا شاید مجھے یہ قوف سمجھ کر رہ کر تم کھا رہے ہو۔“

ظفر الملک نے کسی روئے ہوئے بچے کی طرح منہ پھلایا تھا۔

”ارے... اب ٹھیک لگ رہے ہو جتنا نہیں آج کل کیا کر رہے ہو کہ لہو ترانہ پھر وہ لکھ رہا ہے۔ اب میں تم پر اپنا میک اپ بھی نہیں کر سکتا۔“

”فؤہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کیوں ہوں۔؟“

”رنگی لمبا... تمہارے اس رچھے نے سارے شہر کو دیوانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ جس کلب ہوٹل میں قدم رکھو رنگی لمبا ہو رہا ہے۔ ایسا داہیات و قفس ہے کہ میسے بھر میں ہاتھی کو ہرن بنا کر رکھ دے۔“

پھر دور کی لمبائی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے نیچے میں داخل ہوئے تھے۔

”بڑا شاندار قفس ہے۔“ رنگی بولی پڑی۔

”اسی کے قبیلے کی معلوم ہوتی ہو۔؟“ عمران نے غصیلہ لچھے میں کہا اور وہ وینٹن اٹھا کر پھر نیچے سے نکل گیا۔

”کس کے قبیلے کی معلوم ہوتی ہوں؟“ رنگی نے ظفر سے پوچھا۔

”میرے سیکرٹری جیمسن کے قبیلے کی کیونکہ رنگی لمبا جو عمران صاحب کو سخت نا پسند ہے جیمسن ہی کی ایجاد ہے۔؟“

”نہیں...؟“ رنگی کے لچھے میں حیرت تھی۔ ”لیکن میں نے تو اس کے بارے میں پڑھا کہ کچھ عیسائی کے ہتھیار کار قفس ہے۔“

”وہ ایسی ہی ہوائیاں چھوڑتا رہتا ہے اور اتنے باوقار انداز میں چھوڑتا ہے کہ بغض عیسائی

یہ مسلمان عجب لکھ دیتے ہیں۔“

”تم سب ہی عجیب ہو۔“

رات کے کھانے کے بعد شکار کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ رنگی کے لئے عمران نے اوشیہ دو اولی و اعلیٰ سریا کی تھی۔ جس کا استعمال وہ پہلے ہی سے جانتی تھی۔ گیس ماسک اور آکسیجن کی گولیوں سے لیس ہو کر وہ باہر نکلے۔

اب مطلع اور آلود نہیں تھا چاروں طرف مختلف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔

وہ لکھو ایسے ہی میں ریڈی کیوں تم دونوں کہیں مالک چڑھا لینگا۔ عمران نے ان دونوں سے کہا۔

”مرد آگیا... بچپن میں ریڈی کھلیا کرتے تھے۔“ رنگی جس پڑی۔

”اور تمہارے لئے خصوصیت سے ہدایت ہے کہ اب تم سختی سے اپنے ہونٹ بند رکھنا۔“ عمران نے رنگی سے کہا۔ ”ڈاڑھی لگا کر ایسے سریلے قبیضے لگاؤ گی تو پہلے ہی سریلے میں میری ڈاڑھی ہو جائے گی۔“

”ہاں... یہ بات تو ہے۔“ رنگی بولی۔

لکھو اور چلتے کے بعد عمران ایک تین فٹ گہرے خنک تالے میں اتر گیا۔ ظفر الملک نے رنگی کو ہدایت کرنا شروع کر دیا۔

وہ اندر جا ڈھلوان ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ ان کے قدموں کی چاپ تالے میں گونج رہی تھی۔

آہستہ گھٹنے تک چلتے رہنے کے بعد عمران ایک جگہ ٹوک گیا اور مڑ کر آہستہ سے ہوا۔ ”میں گھس... جگہ دکھاتا ہوں ہر سر سے وہ لوگ تمہیں بڑک پر پھینک گئے تھے۔“

اس کی نارنجی روشنی ہوئی تھی اور روشنی کا اور وہ اتنی جانب رنگ کیا تھا۔ کسی عمارت کا پانہ تھا۔

”میرے لئے نارنجی بھڑائی۔ انہوں نے بھی کسی قسم کی آواز سننی تھی۔“

”خدا ہا عمران آہستہ سے بولا اور وہ اسی تالے میں بیٹھ گئے عمارت کا پانہ اب انہیں نہیں دکھائی دے رہا تھا۔“

”اللہ تعالیٰ ہی فاصلے سے کسی نے چیخ کر کہا۔“ لون ہے؟ سانسے آؤ رنہ زندہ نہیں بچ گئے۔“



"تم کون ہو پوچھنے والے؟" عمران نے اس سے بھی زیادہ بھاری بھر کم آواز میں سوال کیا تھا۔  
"رنجبر..."

"میں شکاری ہوں... پر مٹ ہے میرے پاس۔"

ٹھیک اسی وقت ایک آواز آئی اور یہ کسی بندر اہی کے چپانے کی آواز تھی۔

"ریڈی..." عمران نے آہستہ سے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں گیس ماسک ان کے چہروں

پر لگ گئے۔

اب وہ کئی قدموں کی آہٹیں سن رہے تھے پھر ایک ہلکا سا دھماکا ان سے تھوڑے ہی فاصلے

پر ہوا۔ اس کے بعد بندر کی آواز بہت قریب سے آئی تھی۔ دھماکے کے بعد سناٹا چھا گیا تھا وہ

تینوں جہاں تھے وہیں بیٹھے رہے۔ مگر احوال ان کے سروں سے گزر رہا تھا۔

"لیٹ جاؤ... تم دونوں لیٹ جاؤ..." عمران آہستہ سے بولا۔

دو تین منٹ گزر جانے کے بعد انہوں نے پھر قدموں کی آہٹ سنی اور کوئی گول منولی سی

چیز اچھل کر نالے میں آپڑی۔

"رنجبر..." سناٹا ٹھہر گئے ہوئے رہا اور عمران نے اس پر غور کیا۔ وہ چیز ایک بار پھر

اچھلی اور نالے کے باہر جا کر اسی اور اب وہ دم توڑتا ہوا بندر کی طرح شور مچا رہا تھا۔

اس کے بعد عمران نے کو جھیلی آواز میں کہا تھا۔ "تم چاروں اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ پوری طرح

میری نظروں میں ہو۔ ذرا بے اور لڑے گئے۔"

پھر اس نے غفر سے اٹھ جانے کو کہا۔

غفر نے بھی راتھل سیدھی کڑی تھی لیکن اس نے دیکھا کہ ان چاروں میں سے صرف ایک

نے ہاتھ اوپر اٹھائے تھے۔

"تم بھی اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔" غفر راتھل کو جنبش دے کر بولا۔

لیکن ان تینوں نے توجہ نہ دی۔ عمران بھی غفر کے قریب ہی کھڑا تھا۔

اچانک وہ تینوں جنہوں نے اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے ان پر ٹوٹ پڑے عمران اچھل کر

ایک طرف ہٹ گیا۔ چوتھا آدمی ہاتھ گرا کر دوسری طرف بھاگتا ہوا تھا کہ عمران نے اس پر چلا کر

لگائی۔ اس نے پلٹ کر مڑا کیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں زمین پر غفر آ گیا۔ عمران اس کے

پاؤں ایک ہاتھ سے لگا گھومتا رہا تھا اور دوسرے سے کنپٹیوں پر زور آزمانی کر رہا تھا۔

چوتھا آدمی جلد ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

عمران اسے چھوڑ کر ان تینوں کی طرف چھپتا ہوا غفر المکمل پر پلے پڑے تھے۔

"اوہو..." تو آپ لوگ ہیں۔" عمران نے ان میں سے ایک کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔ وہ

اس کے پلٹ پڑا۔

یہ تینوں سیاہ فام جنگی جارت ہوئے ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔

دو دشمنوں سے ان تینوں پر قابو پالیا گیا۔ غفر کو تو انہوں نے جھجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ عمران

نے ان کی ایسی ہی ہیکھوں پر ضربات لگائی تھیں کہ فوری طور پر بے ہوش ہو جائیں۔

"رہا کہاں ہے؟" عمران نے غفر کا شانہ ہلکا کر پوچھا۔ جو دونوں ہاتھوں سے سر قھاسے بیٹھا

ہوا تھا۔

"جہاں تھی..." غفر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

وہ جگہ نالے ہی میں اونٹنوں کی بڑی نظر آئی۔ عمران نے اسے اٹھایا اور گیس ماسک اس کے

ہاتھوں سے ہٹا کر کہا۔ "اپنے تھیلے سے ذور کی کچھی نکالو۔"

"کھ... کیا ہوا...؟"

"جہاں نہ کرو... ذور نکالو... اور پھر اسی طرح آرام سے لیٹ جاؤ۔ لیکن سو نہ جاؤ۔"

رنجبر کی آواز کی کچھالوں سے لے کر وہ پھر اسی طرف پلٹ آیا۔ غفر کی مدد سے چاروں کے

ہاتھ بندھے۔ رہا بھی قریب آنکڑی ہوئی تھی لیکن بالکل خاموش تھی۔

"اب تم دونوں یہیں ٹھہرو۔" عمران نے کہا اور اس غار کی طرف بڑھ گیا جہاں انہیں پہلے دکھا

ہوا تھا۔

"بندر... کہاں ہے؟" رہا نے غفر سے پوچھا۔

"میرے پاس نہیں پڑا ہو گا۔" غفر نے دانتوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میرے پاس..."

"میں نہیں جانتا..."

"اور ان اس طرف بڑھ گئی تھی۔"

کچھ دیر بعد وہ ایسے آکر بولی۔ "وہی ہے لیکن میں نے تو فائرنگی آواز نہیں سنی تھی۔"

"پچھلے سال عمران صاحب نے ایک آدمی کو آنکھ ماری تھی مارو وہ ہسپتال پہنچے پہنچے مر گیا تھا۔"

عمران نے وہی میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"اب تم اٹھو۔۔۔" اس نے ظفر سے کہا۔ "ان چاروں کو اٹھا کر اسی عمارت میں پھانسا ہے۔"

عمران ہی کی ہدایت پر ریٹھنے مارچ سنبھلی۔ عمارت ایک تھا لیکن وہاں کچھ ایسا سامان نظر آیا جس کی بناء پر کہا جاسکتا تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی کسی کا مسکن رہ چکا ہے۔

دو تیاروں عمارت میں پھانسا دیئے گئے۔ انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔

وہاں پائے جانے والے سامان میں کچھ موم بتیاں بھی تھیں جنہیں روشن کر دیا گیا۔

"یہ اپنے بندہ سمیت اس وقت یہیں مقیم تھے۔" عمران نے ان چاروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا آپ کو پہلے سے علم تھا۔۔۔؟" ظفر نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ دن میں جب میں نے یہ عمارت دریافت کیا تھا اس وقت یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ دوسرا آدمی۔۔۔ یہ دیکھو۔۔۔ یہ رہے گھیس کے دوستی ہم جو ان کے بھائیوں کی بے ہوشی کا سبب بنتے رہے ہیں۔ اگر ہمارے پاس گیس ماسک نہ ہوتے تو۔۔۔!"

عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا کیونکہ اس آدمی نے جنبش کی تھی جو سیاہ فام چکیوں کی طرح نیم بند نہ نہیں تھا۔ ٹانگی قمیض اور ناک پتلون میں ملبوس تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دو پوری طرح ہوش میں آ گیا لیکن ہاتھ پیر بندھے ہوئے کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ آنکھیں چھڑ چھڑا کر انہیں دیکھے جا رہا تھا۔

"بھائیوں سے چیمیز چھڑا کر نتیجہ دیکھا تم نے؟" عمران نے چڑھانے کے سے انداز میں اس کا خطاب کیا۔

"جی۔۔۔ تم کون۔۔۔؟"

"اے بھوت جن سے عورتوں کی سی بو آتی ہے۔"

"سنگ۔۔۔ کیا مطلب؟"

"اس نامعلوم بندہ نے اس وقت تم لوگوں کے آرام میں خلل ڈالا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں۔۔۔ نہیں۔"

"تم مجھے تھے پھر کوئی عورت ہاتھ لگے والی ہے۔"

"تم غلط نہیں کہہ رہے۔" اس نے پراسکون ہلچے میں کہا۔

"اس آدمی کے دو بندہ میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

"یقیناً قتلوس کی بات ہے کیونکہ دوسرا امیرانہ کیا جاسکے گا۔"

"اب بتاؤ۔۔۔ پتہ کیا ہے۔"

"مردوں کا حصول۔۔۔"

"کیوں؟"

"عورت۔۔۔"

"کھل کر بات کرو۔۔۔ ورنہ کھال اتار دوں گا۔" عمران کا لہجہ بدل گیا۔

"بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ مردوں کے لئے عورتیں ضروری ہیں۔"

"تو کاح خواہاں کیاں مر گئے ہیں کہ تم بندروں سے کام چلا رہے ہو۔"

"سب اپنی اپنی جگہ بند رہی ہیں۔"

"اب بتاؤ۔۔۔ میں ڈاؤن کا طالب علم نہیں ہوں۔"

"گمراہی کہہ رہا ہوں۔۔۔ فلسفہ نہیں پڑھاؤ۔"

"اب تک اتنی عورتیں اٹھا چکے ہو۔۔۔؟"

"الطاف۔"

"اب سب کہاں ہیں۔؟"

"جہاں ان کی ضرورت ہے۔"

"تو آگے بڑھ کر اس کے پائیں پیلو پر ٹھوکر رسید کی۔ اس نے سر گھما کر اس کی طرف

دیکھا۔۔۔ اس طرح عمران کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"تم نے ان عورتوں کی نشان دہی نہ کی تو۔۔۔"

"کیا تم نے ان کو دیکھا کہ اب وہ کہاں ہیں۔" قیدی جلدی سے بول پڑا۔ "جانتا بھی تو تم مجھ سے

بڑا ہو۔۔۔ اس کو معلوم کر سکتے۔"



"کس کے لئے کام کر رہے ہو۔؟"

"آدمیت کے مستقبل کے لئے۔"

عمران استہزائیہ انداز میں مسکرا کر سیاہ قلم جیکبوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"ان سے بھی کوئی توقع نہ رکھو کیونکہ وہ کوٹے اور پیرے ہیں۔" قیدی بولا۔

"تو پھر میرا کام کس طرح چلے گا۔"

"مزہ بندر سمیت ہم چاروں کو پولیس کے حوالے کر دو۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"ہمیں ہمارے جرم کی سزا مل جائے گی۔"

"مجھے صرف عورتوں کی واپسی سے دل چاہی ہے ان خصوصیت سے وہ دو سفید قام عورتیں جو

ابھی حال ہی میں سنگت کی چڑھائی سے تائب ہوئی تھیں۔"

"اچھا۔۔۔ وہ اپنے کانے والیاں جو حیوانوں میں اپنا مستقبل بنا کر رہی تھیں۔"

"وہ آدمیوں میں رہتی تھیں۔ رنجھوں کے گھر سے میں نہیں رکھی جاتی تھیں۔"

"رہنے بہتر ہیں تم جیسے آدمیوں سے۔"

"ظفر۔۔۔! دفعتاً عمران مڑ کر بولا۔ "تم غار کے وہانے پر غصہ۔۔۔ یہ ہمیں باتوں میں

الجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

قیدی نے قہقہہ لگایا۔ ٹھیک اسی وقت ایک دھماکہ ہوا اور ان تینوں کو اپنے گیس مارٹر

استعمال کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔

موم بتیوں کی ٹمٹمی لوریں گہرے دھوئیں میں دفن ہو گئیں۔

عمران غار کے اس حصے کی طرف بھاگا تھا جس کی انکس سڑک کی طرف تھی لیکن وہاں

دھوئیں کی پٹلا سے نہ فک سکا۔ پیر لڑکھڑائے اور اس کا ذہن سڑکیوں کی دلدل میں ڈوبنا چاہا کیا

پھر اس دلدل سے نکلنے کے بعد نہ وہ دیکھ سکا تھا اور نہ سن سکتا تھا۔ بہت دیر بعد یہ بات

میں آسکی تھی کہ کسی بے حد تاریک اور دیران جگہ پر پڑا ہوا ہے۔ ہاتھوں اور سر دونوں کو بے آ

جنتش دے سکتا تھا وہ بوکھا کر اٹھ بیٹھا اور اپنا پورا جسم ٹٹولنے لگا۔ یوں اور اور کار تو سوں کی مٹی

علاوہ اور سب کچھ موجود تھا۔ جیب سے پشیل نارنج نکالی روشنی کی لکیر قریب ہی پڑے

اور سے آدمی پر پڑی تھی۔

یہ الف المکمل تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ روشنی

کی گہری جڑی سے چاروں طرف گردش کرنے لگی۔ رہنا کاکین پتہ نہیں تھا اور وہ غار بھی نہیں

معلوم ہو تا تھا جس میں وہ اپنے قیدیوں سمیت داخل ہوا تھا۔

پھر وہ ظفر کی طرف پلٹ آیا اور ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس کا ریا اور بھی

کار تو سوں کی مٹی سمیت تائب تھا۔ رائٹیں بھی تیار۔۔۔ چہرے پر مصنوعی ڈالھی بھی باقی

تھی۔ کچھ دیر بعد ظفر کو ہوش آگیا۔

"گھر لامت۔۔۔! عمران جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ "یہ قبر نہیں ہے۔"

"ام گھ۔۔۔ کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہیں مڑے میں ہیں۔۔۔ پر واوت کرو۔۔۔!"

"یا کہاں ہے؟"

"وہاں ڈالھی سمیت لے گئے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک بندر کے لئے پوری عورت ضائع

ہو رہی تھی۔"

اس حالات میں بھی آپ اپنے قفسے سے باز نہیں آتے۔" ظفر کرالہ

ظفر حالات کے باوجود بھی مجھے تمہاری فکر کھائے جا رہی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آخر اسی جڑی سے پہلے کیوں ہو رہے ہو۔؟"

"عمران صاحب۔۔۔ خدا را۔۔۔ آخر ہم ہیں کہاں۔؟"

"یہ غار میں لیکن اس میں نہیں جہاں اس حسن انسانیت بندر پر مکالمے ہوئے تھے۔"

"کھانا آپ کے پاس نارنج ہے؟"

"ار تمہاری نارنج تمہاری جیب میں موجود ہے۔"

"نارنج کا پتہ تلاش کریں۔"

"نارنج کو رو کر دیکھو۔۔۔ چل پھر بھی سکتے ہو یا نہیں۔"

"نارنج کو رو کر دیکھو۔۔۔ چل پھر بھی سکتے ہو یا نہیں۔"

"نارنج کو رو کر دیکھو۔۔۔ چل پھر بھی سکتے ہو یا نہیں۔"

مشورے پر عمل کر رہا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا۔

"میرا بولا اور عمار کے دہانے کی تلاش شروع ہو گئی۔

اس میں دیر نہیں لگی تھی۔ وہاں مل گیا۔ اور عمار کے باہر بہت دور چھٹکی ہوئی پائندی کا

روح پرورد نگارہ بھی ہنست لگاؤں۔ لیکن عمار سے باہر قدم نکالنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

جتنی دور تک پھسل مارچ کی روشنی لگی تھی۔ عمار کا ہلکا ایک سیدھی کمری ہوئی دیوار ہی کو

حصہ معلوم ہوا تھا۔

"تم نے دیکھا؟" عمران مارچ بچھا کر بولا۔

"جی ہاں۔" ظفر کی آواز کا پڑی تھی۔

"پلو... واہیں پلو... جہاں بڑے تھے وہیں رات گزاریں۔ صبح دیکھا جائے گا۔"

"مہم... مگر وہ بچاؤ۔"

"صرف مرد ہیہ چارہ ہوتا ہے۔ کسی عورت کو بچاؤ کی کیا بچاؤ گی کو بھی شرمندہ کرنا ہے۔"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

"نیا تم کسی کے دل کی ملک بن سکتے ہو۔"

"عمران صاحب۔۔۔"

"نواب زادے صاحب۔۔۔ اپنی کھال میں رہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"میں جاگ کر نگرانی کروں گا۔"

"میری نگرانی؟" عمران کے لہجے میں حسرت تھی۔ "گھاس تو نہیں کھا گئے۔ اگر ہم کسی اور

ہوتے تو یہاں کیوں نظر آتے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اب کوئی خطرہ نہیں مہین سے سوناؤ۔"

ظفر بڑی دیر تک پڑا جاگتا رہا تھا پھر بتا نہیں اسے کب نیند آ گئی تھی۔

دو پارہ آنکھ کھلی تب بھی اندھیرا ہی نظر آیا۔ مارچ روشن کی۔ عمران کہیں نہ دکھائی

تھوڑی دیر تک لیٹا رہا پھر اٹھ بیٹھا۔ مارچ ہی کی روشنی میں عمار کے دہانے تک پہنچا۔

عقاربوں کے چلے

اس وقت طالع ہو چکا تھا۔ دھوپ بہت دور چمک رہی تھی۔ عمران عمار کے دہانے کے قریب

کھڑا تھا۔

"مہم بے نہیں جاسکتے۔" عمران بولا۔ "لیکن اگر کو شش کریں تو اوپر ضرور پہنچ سکتے ہیں۔"

ظفر نے آدھا عمار دہانے سے باہر نکال کر اوپر دیکھا تو اس کی روح فنا ہو گئی وہ سوچا رہا تھا کہ

کو شش ایسی سہ حال نیچے ہی لے جائے گی۔ کم از کم وہ اپنے حیران جلیوں پر نہیں جھانکتا جن

کے طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

"کاشیال ہے؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مہم ہی ہے تو پھر اندیشے کیسے۔ چلے۔۔۔"

ظفر کی وقت انہیں اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ تیزی سے مزے تھے۔ آنے

کے۔ کب تک آئے آتی تھے۔ چار کے ہاتھوں میں مٹی گئیں نظر آئیں۔

"اے کبھی قدر آگے بلا کر کہا۔" تم لوگ شاید اوپر جانے کی سوچ رہے تھے۔"

"قدر کی بات ہے؟" عمران نے ہند سکون لہجہ میں کہا۔

"اگر آگے ماروی جاتی۔ تم اپنے ملک کی سرحد پار کر چکے ہو۔ اوپر دوسرے ملک کے سرحدی

ہندہ ہوا ہے۔"

"آپ محض اپنا تعارف بھی کرنا چاہیے۔"

"مہم آگے ہیں۔"

"ماں، انا۔۔۔ اپنے حضرت آدم سے ہمارا سلام کہئے گا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

ظفر لوں اپنا یہ لباس اتار کر بھارا لایا ہوا پتہ بولا۔ "اس آدمی نے عمران کے چلے پر توجہ

دیا ہے۔"

ظفر کا ہاتھ اس میں عمران اور ظفر کو پھٹا پڑا۔ اور اب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر

کھنکھاتے رہے تھے۔ لباس ایسا تھا کہ بس ان کے دہانے تا کہیں اور آنکھیں ہی دکھائی دے

تھیں۔ اور وہ سارے رنگ کے قد آدم بندہ معلوم ہو رہے تھے پیچھے ڈھیس تک لٹک رہی

تھی۔ وہاں والے سیاہ بندہ۔۔۔ وہ جس ہی رہے تھے کہ پھر ایک دھماکہ ہوا اور وہ

پھٹ پھٹ کر گر گیا۔





حاصل کر رہے تھے۔ وہ ایک اسکالر کے قریب رک گئیں جو اخروٹ کی لکڑی میں غاشی کر رہا تھا۔ اس نے سرائی کران کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

وہ آدھے گھنٹے تک سستی میں گھومتی پھرتی تھیں۔ پھر اپنے خیمے کی طرف واپسی کے لئے مڑیں ہی تھیں کہ دینا کو وہی سب انسپلر دکھائی دیا۔ جس کے ساتھ وہ ان فاکان سمیت جھنگری چڑھائی پر گئی تھی۔

"تھ... تم... بھی...؟" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"تم کیسے آئے؟" دینا نے پوچھا۔

"میری کہانی ہے۔ میرے ساتھیوں کا کہیں پتا نہیں۔"

ایسا تک قریبی خیمے کی اوٹ سے ایک لمبا لٹکا آویں لٹکا جس کے ہاتھ میں چڑے کا پالک تھا۔ "شروپ" اس کا پالک سب انسپلر کی پشت پر پڑا اور وہ اچھل کر دوڑ جا کھڑا ہوا پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ آویں تلخ لہجے میں بولا۔ "غیر موردوں سے تہہ کام ہوتا یہاں بڑم ہے۔" کچھ۔

وہ دم بخود کھڑے ہو گئے۔ سب انسپلر کے چہرے پر حیرت و حیرت اور نفرت کے طے پلے آہل نظر آرہے تھے پھر یہ تینوں اپنے خیمے کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔



وہ کسی قسم کا شور سن کر بیدار ہوئے۔ آنکھ کھلتے ہی اپنی حالت کا احساس ہوا اور کیوں نہ ہو جبکہ بے شمار بچوں میں گھرے ہوئے تھے... بچے ابوئیں رہے تھے تاہم بھاری تھے۔

"اچھے بڑے بندہ... ہا..."

"یہ کیا مصیبت نازل ہوئی؟" ظفر کر اہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"خبر دار... ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلتے... بچے ہمیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔"

عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میں تو اب انہوں اس منہوس لباس کو۔"

"اس کے بعد یہی بچے تم پر پھر آؤ کریں گے کیونکہ ان نامعقولوں نے ہمارے جسم پر ہمارے

الٹ و پلٹ بھی نہیں رہنے دیئے تھے اور پھر بندہ رہنے میں فائدہ ہی ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ عدا سیدہ بچے ہماری طرف موٹک پھلیاں بھی پھینکیں۔ کیا تمہیں بھوک نہیں لگ رہی تو اب (اے۔۔۔)"

وہ اتار دو آویں وہاں پہنچ گئے اور بچوں کو برا بھلا کہنے لگے۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ہے زبانوں کو ستاتے ہوئے... چلو بھاگ جاؤ۔ بھاگو... جلدی دے دے۔"

سزا کا نام سننے ہی بچے بھاگ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے عمران اور ظفر الملک کو چکارا کر دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھا اور ہنس پڑے۔

"خوش ہو رہے ہیں۔" پچکارنے والوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"چلو... انہیں کسی محفوظ مقام پر پھانسی دیں۔ ورنہ بچے پھر پریشان کریں گے۔" دوسرا بولا۔

عمران پھر ہنس پڑا شاید زندگی میں پہلی بار دل سے ہنسا تھا۔

وہ انہیں چکارتے ہوئے ایک طرف بڑھے اور عمران نے ظفر الملک کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے ان کے پیچھے چل رہے تھے۔

"معاذ ہوتے نکلتے ہیں۔" ایک بولا۔

اسے شریف بندہ آج تک میری نظروں سے نہیں گزرے۔" دوسرے نے کہا۔

مگر ہم دونوں انگریزی میں گفتگو کریں گے تاکہ بااقل ہی بندہ سمجھ لیں۔" عمران نے ظفر الملک سے کہا۔

وہ دونوں بہت سی داخل ہوئے۔ سرسبز پہاڑوں کے درمیان دور تک خیمے اور جھوپڑیں بکھری ہوئی تھیں۔

ایک تھلک ایک خیمے کے قریب پہنچ کر ان میں سے ایک نے بلند آواز میں "اے... اے... اے..." کہا۔

"اے... اے... اے..."

انہیں لڑکیاں باہر نکلی تھیں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں بندوں کو دیکھنے لگی۔ عمران نے ان کے چہروں پر خوف زدگی کے آثار دیکھے۔

وہ شریف اور سلیم الطبع بندہ ہیں۔" ایک نے ان سے کہا۔ "ہم پاپا جے ہیں کہ فی



الہاں آپ انہیں اپنی گھرانی میں رکھئے۔ بہتی کے شریر بیچ انہیں پریشان کر رہے ہیں۔  
"لعل... لیکن..." "ریٹا بکائی۔"

"یقین کیجئے... بے حد شریف ہیں۔" اس نے بندروں کی طرف مڑ کر کہا۔ "ان معزز خواتین کو جھک کر سلام کرو۔"

ظفر الملک اکڑا کھڑا رہا۔ لیکن عمران بڑے ادب سے جھک کر کور فٹ بیجا لیا تھا۔

"تو کیا آپ نے... بالکل بے ضرر ہیں۔"

"نہیں... نہیں... ٹیلی اور کئی بے ساختہ بولیں۔"

"آپ جانتی ہیں کہ انکار کی صورت میں آپ کو سزا دے سکتی ہے۔" دوسرے نے مزید لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں عمران اور ظفر الملک کو ہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

"آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔" عمران آواز بدل کر بولا۔ "ہم یہیں باہر بیٹھے رہیں گے بس۔"

آپ ہمیں اس بہتی کے افلاکون بچوں سے بچائے رکھئے گا۔"

"کیا تم اس بہتی کے نہیں ہو؟" ریٹا نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" کہیں اور سے پکڑ کر لائے گئے ہیں اور ہم لوگ محض دیکھنے کے بندہ نہیں ہیں۔

ہمیں بھوک بھی لگتی ہے۔"

"نہارے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ ہم خود کہیں اور سے پکڑ کر لائے گئے ہیں۔" ریٹا نے

مغموم لہجے میں کہا۔

"آپ تینوں ایک دوسری کو جانتی ہیں؟" عمران نے پوچھا اور ریٹا چونک کر اسے گھورنے لگا۔

پھر بولی۔ "ہاں... ہاں... کیوں نہیں... سردار کڑھ میں ہم تینوں ساتھ تھیں۔"

ایک ایک تیسرا بندہ کھائی دیا جو انہیں کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر ہانپتا

بولا۔ "میں ریٹا... میں انیسکڑ ہوں۔"

"اوہ... لعل... لیکن..."

"وہ مجھ پر تشدد کر رہے ہیں۔ یہ نامعقول لباس پہنا کر کہا ہے کہ اس کو اتارنے کی کوئی

زندگی سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہوگی۔ اور پھر آپ لوگوں کے پاس بھیج دیا۔" وہ نادمہ

کر ظفر اور عمران کو گھورنے لگا۔

"ہم صرف بندہ ہیں۔ کیا آپ بندروں کے انیسکڑ ہیں جناب...؟" عمران نے بدلی ہی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں اس مت کرو۔" انیسکڑ غرایب۔ "ٹھیک بتاؤ تم کون ہو؟" اور نہ کمال اجہروں کا۔

"ضرور کمال امتداد و بہاری اور خواتین سے گالیاں کھاؤ۔"

"یہ کون بد قیض ہیں؟" انیسکڑ نے چماڑ کھانے والے انداز میں ریٹا سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی... دو آدمی انہیں بھی ہمارے حوالے کر گئے ہیں؟"

"کوئی بھی ہوں۔ میں انہیں ٹھیک کر دوں گا۔"

"انیسکڑ صاحب! یہ آپ کا تھانہ نہیں ہے۔" عمران چڑھانے والے انداز میں بولا۔ "مرغا ہوا

ہو گیا۔" یہ... انیسکڑ ریٹا کی طرف مڑ کر کاپیتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میںیں کے معلوم

ہوئے ہیں۔"

یاد رکھنا بولی۔ اسے میں ایک آدمی ٹھیلے پر ترکاریاں رکھے ہوئے مجھے کے قریب پہنچا اور

کہا۔ "اے بولہ۔" اپنے بندروں کے لئے جو کچھ لینا چاہیں۔ لے لیں۔"

عمران نے ٹھیلے والے سے کہا۔ "اے بھائی! ہم دونوں بہت ہی کچھ اہم کے بندہ ہیں مکی

کا ہاں، میں کھاتے۔"

"اے بولہ! سے پاس لہانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔" ریٹا بولی۔

"اچھا۔" ٹھیلے والا سر ہلا کر بولا۔ "آئی ہوئی آجائیں گی لیکن براہ کرم آپ ان تینوں

کو اپنے ساتھ ورنہ بیچ پریشان کریں گے۔"

وہ لہار صلیب والا پھر بہتی کی طرف چلا گیا۔

"ریٹا نے مردہ سی آواز میں اُن سے کہا۔

کہہ دے اور پھر انیسکڑ نے ریٹا سے پوچھا۔ "یہ دونوں وہی لڑکیاں ہیں نا جو پہلے انہی کی

آواز میں تھیں۔"

"نہیں۔" انیسکڑ نے

"پہلے تم بتاؤ۔"

ہم اس ورے سے گزرے جس میں اس ہی کے گولی لگی تھی۔ دوسری طرف ایک چشمہ تھا۔ چشمے والی چٹان کے اوپر ہمیں ایک آدمی نظر آیا جس پر مقاب جھپٹے مار رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تالاب میں آکر اور غرق ہو گیا۔ پھر ہم نے اس کی لاش نکال لینے کی مہم شروع کی تھی کہ ایک بار پھر گیس کے بم کے دھماکے نے ہمیں ہٹا کر دیا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو اس بستی میں پایا۔ پتا چلتا تھا میرے ماتحتوں اور ڈان فاکان پر کیا گزری۔"

"وہ بھی ساتھ تھا۔؟" رینا نے پوچھا۔

"ہاں... اور یہ اسی نامعلوم آدمی کی جو بڑی تھی جس نے یہ نہیں کیں طرح ہمارے اسیں کی صاحب کو مرعوب کر لیا تھا۔"

"عمران؟"

"ہاں... مت نام کو اس کا۔ اسی کی وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔ اب تم بتاؤ۔"

رینا نے اپنی کہانی شروع کی جس کے اختتام پر انہی بولا۔ "دیکھا تم نے کتنا پاگل آدمی ہے... ہونہ... تمہیں مر دینا کر ساتھ لئے پھر رہا تھا۔"

"کچھ بھی ہو... بندر کا خاتمہ تو اس نے کر ہی دیا۔ جو ان لوگوں کو عورتوں کے پیچھے لگا پھر رہا تھا۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔"

رینا کچھ نہ بولی انہی عمران اور ظفر کو دیکھنے لگا۔

عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہمارے ساتھ کوئی کہانی نہیں ہے۔ ہم دونوں بیدار کئی بند ہیں صاحب افریقہ سے لائے گئے تھے اور والدہ صاحبہ ندری لینڈ سے تعلق رکھتی تھیں۔"

"تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے۔" انہی کو قہر آگیا۔

عمران نے ظفر سے کہا۔ "تم کچھ خیال نہ کرنا۔ یہ بندروں کے انہی ہیں۔ انہیں حق عام ہے کہ معمولی بندروں سے اسی طرح تشش آئیں۔"

"خدا کے لئے تم ہی اپنی زبان بند رکھو۔" رینا نے ان دونوں سے استدعا کی۔

"آپ کہتی ہیں تو اب نہ بولیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ان کے لئے بہت بڑے پشت میں اٹلی ہوئی ترکاریاں لائی گئیں۔

"تو کیا یہ مردود ہمیں کچھ بندروں ہی کی طرح مزیت کریں گے؟" انہی بڑبڑایا۔

"انہیں تو بہتر کھانا مل رہا ہے۔" کئی چپک کر بولی۔

"آدمی اپنی مادہ کی بہت عزت کرتے ہیں۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

پھر تینوں بندروں نے پیٹ بھر کر اٹلی ہوئی ترکاریاں کھائی جس اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے لگے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ترکاریوں میں کوئی خواب اور چیز بھی شامل تھی۔" عمران نے بھرائی والی آواز میں کہا اور لڑکیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر ہم سو جائیں تو ہماری شکلیں دیکھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"یوں۔" رینا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اٹل کہہ دیا۔ احتیاط رکھنا۔ ورنہ یہ لوگ تمہیں بڑی سخت سزا دیں گے۔"

"اور... دیکھا تم نے...؟" انہی بولا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ یہ دونوں انہیں کے آدمی ہیں۔"

"ہم بند ہیں۔ انہی پلیز...۔" عمران نے ڈک ڈک کر کہا۔

ادھر کی بند سوسے تھے اور پھر سب سے پہلے عمران کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھا تھا اور ظفر کو اٹل کی کوشش کرنے لگا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گئے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پائے لڑنے لیتے رہے تھے۔

اٹل ابھی جاگ رہا تھا کہ اٹل بولے لہجے میں بولا۔ "اے ہم زمین ہی پر سو گئے تھے۔"

ادھر انہیں تو کیا آسمان پر سولے کا رادہ تھا۔ "عمران نے مضحکہ انداز میں پوچھا۔

"تم اللہ سے بات نہ کرو۔" انہی غرایا۔

ظفر غصے سے اٹھ رہا تھا انہی صاحب کے پنگ معزز خواتین کے لئے ہیں۔ ہم بند رات کو بھی کھانا نہیں کھاتے۔

"کھاؤں... مجھ سے بات نہ کرو۔"

"خدا اہل...!" عمران نے بندر ہی کی چکار میں کہا اور لڑکیاں ہنس پڑیں۔

ظفر اٹل سے اب تک خاموش رہا تھا عمران کو بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کرتے سن کر ہی



اس نے خود بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آواز قلابوں میں نہ رکھ پاتا۔  
 لڑکیوں کے لئے شام کی چائے آئی تھی اور بندروں کے لئے آٹے بکے ہوئے چنے لائے گئے تھے۔  
 عمران نے لڑکیوں سے کہا: "اگر تم اپنے حصے کی چائے کی خیرات نکال سکو تو ہمارا بھی بھلا  
 ہو جائے گا۔۔۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ رات تک سر پھٹ کر وہ نکلے ہو جائے۔"  
 "ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔" رینا نے کہا۔  
 چائے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دو آدمی بوجھے لباس میں تھے۔ لڑکیوں سے اجازت  
 طلب کر کے خیمے میں داخل ہوئے۔  
 ایک نے انہیں مخاطب کر کے کہا: "معزز خواتین اور مہمان بندر۔۔۔ اب آپ کو نہاری  
 ایک خصوصی تقریب میں شرکت کرنی ہے۔"  
 "ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔" کئی خوش ہو کر بولی۔  
 "تو پھر چلیے۔"  
 "ہم کیا تقریب میں بھی بندر ہی رہیں گے۔" عمران نے پوچھا۔  
 "اس میں کوئی شبہ نہیں۔"  
 "اس تقریب میں بچے قوت ہوں گے۔"  
 "یقیناً ہوں گے۔ لیکن بہترین اداکار کا مظاہرہ کریں گے۔"  
 "ہم آدمی ہیں بندر نہیں۔" سب بچوں نے پریشان کیا تھا۔  
 "دراصل انہوں نے اتنے بڑے بڑے بندر پہلی بار دیکھے تھے۔ محض خوشی اور حیرت  
 اظہار کر رہے تھے۔ کسی نے پھر تو نہیں بد ا تھا۔"  
 "نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ خدا ان کی عمریں دراز کرے۔ بے حد شائستہ بچے تھے۔"  
 "شکریہ۔۔۔ اچھا اب اٹھو۔"  
 وہ خیمے سے باہر نکلے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ ہستی چھوڑ  
 گئے اور چلے گئے ہوں۔  
 دو چلے رہے تھے کہ ہستی بہت چھپے رہ گئی۔ لڑکیاں حشمت کی حکایت کر رہی تھیں۔  
 پھر وہ ایک چھوٹے سے میدان میں پہنچے جہاں قلابوں کی کھینچ کی بھی جگہ نہیں تھی شاید

کئی کے لوگ وہیں اکٹھا ہو گئے تھے۔ عورت مرد، بوڑھے، بچے۔ لیکن ایسا سناٹا تھا جیسے وہ کوئی  
 جگہ نہ تھے۔ اب وہ ان بندروں کو دیکھ کر بھی بچوں نے شور نہ مچایا۔  
 "خدا کی ہمت۔۔۔" انسپکٹر بڑبڑایا پھر رینا سے بولا۔ "وہ اب حیرت مچا رہا ہے۔ اس اونچی چٹان پر  
 کیا وہ ان قلابوں میں ہے۔"  
 "ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہے تو۔۔۔ لیکن۔۔۔"  
 ان قلابوں اس چٹان پر تھا کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سناٹا ہی کے لئے ہو۔۔۔ اسی  
 جگہ سے مجمع کو ساپ ہو گئے تھا۔ عمران وغیرہ کی راہنمائی کرنے والے بھیڑ میں راستہ بناتے  
 تھے۔ انہیں اسی چٹان کی طرف لئے جا رہے تھے۔  
 چٹان کے قریب پہنچ کر وہ دونوں رک گئے اور ان سے اوپر چالے کو کہا۔ وہ نیچے گئے تھے لیکن  
 انہوں نے باہل کی۔ نظر اس کے پیچھے تھا۔ پھر دوسروں کو بھی اس کی تحقیر کرنی پڑی تھی۔  
 انسپکٹر نے اوپر پہنچنے ہی ان قلابوں سے پوچھا۔ "ان لوگوں نے تمہیں بندر نہیں بتایا؟"  
 عمران کی سیٹی کی آواز میں بندروں کی طرح بچلیا۔ ان قلابوں تیزی سے اس کی طرف  
 چلے گئے۔  
 "ہمیں پچھتاہوں۔۔۔" ان قلابوں نے قہر آلود لہجے میں اس سے کہا۔  
 عمران بڑبڑایا۔  
 "خاموش رہو۔"  
 ان قلابوں نے یہ ہوا کہ تم ہی ان حرکتوں کے ذمہ دار ہو۔" انسپکٹر تلخ لہجے میں اس سے  
 کہنے لگا۔  
 "ان قلابوں نے اپنا واسق سے کہا۔  
 "خاموش رہو اور دونوں شکریہ کہیں چلے۔"  
 وہ لوگ پھر ضروری تھے اس لئے اپنے گمروں تک پہنچ گئے ہوں گے۔"  
 وہ لوگ اسی جہان تھا لیکن عمران نے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔  
 انہوں نے خاموشی کی ہوں۔۔۔ اور وہ ضرورت کیا ہے۔۔۔" انسپکٹر بھی بولا۔  
 "ان قلابوں ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بولا اور پھر چیخ کر نیچے

کھڑے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا تھا۔ "ساتھیو... تمہارے لئے ایک خوش خبری ہے یہ سنو  
لو کیا تمہارے لئے تفریح مہیا کریں گی۔ اب یہ تمہارے درمیان ہی رہیں گی۔"

تالیوں کے شور میں وہ خاموش ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اسے حیرت سے دیکھ  
جارہے تھے کیونکہ انہیں نے مجمع سے اردو میں خطاب کیا تھا۔

"ہم اس پر حیران نہیں ہیں۔" وہ مختار بنا جھٹکا کر بولی۔

"کیا تم ان تین بندوں کو بہت بڑی طاقت سمجھتی ہو؟" ڈان فاکان نے عقارت سے کہا۔  
"ایک منٹ!" عمران نے بدلی ہوئی آواز میں وصل اندازی کی۔ "آخر تم لوگ کون ہو  
اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہم دنیا کے بہت ہی ترقی یافتہ لوگ ہیں اور دنیا میں امن چاہتے ہیں۔"

"موتوں کا جبری انوار ترقی ہے یا امن پسندی؟"

"واقعی ضرورت... یہ ہماری لڑکیوں کو رقص کی تربیت دیں گی۔ اور ان کی مرضی کے بغیر  
کوئی انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

"انہی بات ہے... تو پھر ہم تینوں واپس جا رہے ہیں۔"

"کو شش کر کے دیکھو..." ڈان فاکان نے استہزاء سے انداز میں کہا۔ اگر ہم سے بچ گئے تو  
ملک کے سرحدی علاقہ جہیں گولیوں کا نشانہ بنادیں گے۔"

"اچھا تو پھر ہمارا مصروف بھی بنو۔"

"تمہارے ذہنوں سے صدیوں کا رنگ اور میل نکال صاف کر کے جہیں ایک ترقی یافتہ  
آوی بنا دیں گے۔ فی الحال ہماری ذہنی سطح کے اعتبار سے تم صرف بند ہو۔ جہین بھیت  
کھانے والے۔"

"اوہ... تو... تم یہاں اس علاقے میں اپنے قدم کس طرح بٹا سکتے یہاں کی سڑکوں  
جہیں کس طرح برداشت کر رہی ہے؟"

"ہم یہاں ایک نئے طریق کار کا تجربہ کر رہے ہیں۔ تم دیکھ ہی لو گے۔" ڈان فاکان بولا۔  
"جہیں رقص کرنا چاہئے۔" وہ مختار عمران نے روٹیاں کی طرف مڑ کر کہا۔ "یہ سب اچھے اور  
معلوم ہوتے ہیں... ہاں... ہاں... کوئی بات نہیں... چلو۔"

ہر ایک ٹیپ دیکارڈ سے رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی تھی اور تینوں نے دینا شروع  
کیا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی یہ تقریب اختتام کو پہنچی تھی اور مجمع بستی کی طرف  
پھرتا تھا۔

تم تینوں میرے ساتھ چلو گے۔" ڈان فاکان نے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ "اور اس  
کی طرح ذہن نشین کر لو کہ پوری بستی کا ساتھ کروینے کے باوجود بھی تم لوگ ان پہاڑوں کے  
لوگوں سے بچ سکو گے۔"

"میں واقعی کی جلدی نہیں ہے۔" عمران نے مد نرم لہجہ میں بولا۔ "لیکن اس بیوہ کو لہاس  
دے تو نہیں چکا رہا۔"

"لی المال یہ بھی ناممکن ہے میرے دوست! ہم اپنے طریق کار کو بدل نہیں سکتے بہتر ریت  
میں رہنے سے آدمی بنائیں گے۔"

"کیا... ذمہ ہی اٹھاؤ۔"

"ان کی طرح ضد نہ کرو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔"

"... عمران نے غصہ ہی سانس لی۔

"کوئی یادداشت واپس لانے کے لئے تم نے جو حرکت کی تھی۔ اسے معاف کر دیا ہوں۔"

"... اسٹیکلر پوک کر بولا۔

"... کچھ نہیں... فکر نہ کرو۔" عمران نے اس کا نشانہ چھینے ہوئے کہا۔  
"اس مال سے لے جائی جا چکی تھیں۔ ڈان فاکان کے ساتھ وہ تینوں بستی میں آئے۔ ان  
کا اس کے وسط میں ایک خیمے کا انتظام کیا گیا تھا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔" ڈان فاکان نے کہا۔ "نکل تم یہاں بہت کچھ دیکھو گے۔" وہ ہٹا گیا۔  
"... اس نے اپنے اپنے راستوں پر جا بیٹھے۔

"... کھانے میں بھی اٹلی ہوئی ترکاریاں ہی ملیں۔ اسٹیکلر بھٹا کر بولا۔ "بچ بچ رہ رہا کر  
... کھانے میں بھی اٹلی ہوئی ترکاریاں ہی ملیں۔ اسٹیکلر بھٹا کر بولا۔ "بچ بچ رہ رہا کر

"... کھانے میں بھی اٹلی ہوئی ترکاریاں ہی ملیں۔ اسٹیکلر بھٹا کر بولا۔ "بچ بچ رہ رہا کر  
... کھانے میں بھی اٹلی ہوئی ترکاریاں ہی ملیں۔ اسٹیکلر بھٹا کر بولا۔ "بچ بچ رہ رہا کر



کوشش نہیں کی تھی۔

”سنو دوست!“ اس نے انشیکلر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”اس لڑکی رینا کو نہ معذور ہونے پائے کہ میں عمران ہوں۔ ورنہ وہی مجھے بندہ سے آدمی بنا کر رکھ دے گی۔ آپاں۔۔۔۔۔“

ایک بات تو بتانا۔

”پوچھئے۔۔۔۔۔“

”کیا وہ آدمی بھی ہماری ہی طرح بندہ تھا۔ جسے عذاب نے چٹان سے تالا اب میں کر لیا تھا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ وہ غامی لباس میں تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس طرف کے سرحد

میانفکوں میں سے تھا۔“

”اوہ۔۔۔۔۔؟“ عمران کسی موقع میں پڑ گیا۔

دوسری صبح ناشتے میں بھی انہیں اٹلی ہوئی ترکاریاں ملی تھیں۔

”چائے کے بغیر تو میری زندگی محال ہے۔“ ظفر الملک بڑبڑایا۔

”ان کا کرم ہے کہ ترکاریاں اٹلی ہوئی ملتی ہیں۔ بندروں کے لئے چائے کہاں ہوا کرتے

گے۔ ویسے مجھے یہ برین واشنگ کا ابتدائی کورس معلوم ہوتا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ انشیکلر چونک پڑا۔

”مگر اسی طرح ترکاریاں نصیب ہوتی رہیں تو ہم ہاں میں ہاں ملانے کے فن نہیں

ہو جائیں گے۔ خدا کی پناہ شاہینوں کو اٹلی ہوئی ترکاریاں کھارا ہے ہیں۔“

لو بجے کے قریب ایک آدمی غیمے میں داخل ہوا جو غامی کن سے مسلح تھا۔ اس نے

غیمے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

غیمے کے باہر ڈان فاکان دوسرے مسلح آدمی کے ساتھ کھڑا تھا۔

”میرے پیچھے آؤ۔۔۔۔۔“ اس نے ان تینوں سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

مسلح آدمی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ پھر یہ تینوں تھے اور ان کے پیچھے دوسرا مسلح آدمی

لڑکیوں کے غیمے کے قریب پہنچے تو وہ بھی باہر ہی کھڑی نظر آئیں۔ ان کے پاس

آدمی نامی کن لئے موجود تھا۔ اسے عمران نے پہچان لیا۔ یہ وہی تھا جسے اس نے یہاں

کے ساتھ گرفتار کیا تھا۔ وہ ان تینوں کو کیڑ توڑ نظروں سے دیکھتے جا رہا تھا۔

تینوں لڑکیاں بھی ان کے ساتھ ہوئیں۔ اب تین مسلح آدمی ان کی بھراؤنی کر رہے تھے۔

”کیا ہم ان لڑکیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔“ عمران نے بدلتی ہوئی آواز میں ڈان فاکان سے پوچھا۔

”اجازت ہے۔“

”رات کیسی گزری؟“ عمران نے رہتا کو بوجھ طلب کیا۔

”تم لوگ اپنی کہو۔“

”تینوں بیچاری بیچاری لگ رہی تھیں۔ اس لئے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ عمران بھی

لاموش ہو گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں چاروں طرف اونچی اونچی

لوہلی بنائیں تھیں۔

”میں تم لوگوں کو ایک قماش دکھاؤں گا۔“ ڈان فاکان ان کی طرف مڑ کر بولا۔

”ہم قماشوں کو قماش دکھاؤ گے۔“ عمران ہنس پڑا۔

”مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک۔“

”کڑائی ہو گی کسی دشمن نے۔ میں تو ان تینوں لڑکیوں کو واپس لے جانا چاہتا ہوں۔ مجھے

کھدائی لگتی ہے کوئی سرکار نہیں۔“

”میں تمہیں یہی دکھانا چاہتا ہوں کہ تم ایسا نہ کر سکو گے۔ پچھلی رات ایک بندہ میری

ساتھ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ وہ یہاں سے نکل جانے کے راستے سے واقف تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت

یہاں پہنچا ہو گا۔“

”ایسا۔۔۔۔۔ تو پھر۔“

”اس کے فرار کا منہ تم بھی دیکھ لو۔“

”خیر نہ دیکھتا۔۔۔۔۔ چاروں طرف کمر استلا تھا۔“

”اب انشیکلر اس کے قریب کھسک آیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر ایک نامی گن بھی

میں رکھتی ہے تو اس پر پٹ لیا جاتا۔۔۔۔۔ تین تین ہیں۔“

”تم لوگ اصرار نہ کرو۔“ ڈان فاکان بولا۔ ”ہو سکتا ہے ابھی دیر لگے۔۔۔۔۔ لیکن تم وہ دلچسپ

لوہلی بنو گے۔ مجھے یقین ہے۔“

”ابھی تک پریشانہ جانے کے بعد عمران نے ڈان فاکان کو مخاطب کیا۔ ”اس میں کیا

فرق ہے۔“

”ابھی تک پریشانہ جانے کے بعد عمران نے ڈان فاکان کو مخاطب کیا۔ ”اس میں کیا

فرق ہے۔“

مصلحت تھی کہ پہلی بار تم سڑک کے کنارے بیٹھ پائے گئے تھے۔“

”تیسری لڑکی ہاتھ نہیں آسکی تھی۔ اس کا حصول بھی ضروری تھا۔ اچھا۔ اچھا۔ میں تمہیں پوری کہانی سناتا ہوں۔ دو بچہ اسے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں آردو بھی بول اور کچھ سکتا ہوں۔“

میں بظاہر بھی نہیں جانتا تھا۔ ”عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔“ اور اب پوری کہانی میں ہی تمہیں سانسوں کا۔۔۔ تمہیں علم تھا کہ لڑکی میرے ساتھ ہوگی تمہاری موجودگی ہی میں ایس بی کو میں نے اپنی اسکیم بتائی تھی اور یہ قسمتی سے آردو میں بتائی تھی۔“

”تم کتنی زبانیں بول اور سمجھ سکتے ہو۔“

”اکثر بڑی اور اچھی۔“

”میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ تمہیں فریج اور بھر من بھی آتی ہوں گی۔ یورپی زبانوں کے شائقین کے لئے اتنی ہی چیز ہے۔ غیر ہوگا۔“ وہ ٹانگوں کو جنبش دے کر بولا۔

”مجھے اس سے کیا سروکار۔ ہاں مجھے تمہاری اسکیم کا علم تھا۔ میں نے اس پارٹی کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد جس کے ساتھ خود تھا تمہاری تلاش شروع کر دی تھی۔ لیکن لڑکی تمہارے ساتھ نہیں تھی وہ تو رات کو بند رہنے لگی۔“

مجھے اس کے بارے جاننے پر افسوس ہے۔ لیکن یہ ناگزیر تھا اسے چھوٹ دینا تو لازمی تھا لڑکی پکڑی جاتی۔“

”تو یہ تم ہو۔۔۔“ زینا چیخ کر عمران کی طرف لگی۔

”وہ ہیں۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔“ ڈان فاکان ہاتھ اٹھا کر سخت لہجہ میں بولا۔

دینارک کر اسے خون خوار نظروں سے گھورنے لگی۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ لہذا حریف بیٹھو۔۔۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ اور چند لمحوں کے ناموش

ڈان فاکان سے بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ تماشا خوش گوار نہ ہوگا۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“ ڈان فاکان کے ہونٹوں پر سڑک سی مسکراہٹ نظر آئی۔

”اس لئے اگر ان لڑکیوں کو یہاں سے ہٹا دو، تو بہتر ہوگا۔“

”انہیں بھی دیکھنا چاہئے۔“ خشک لہجے میں جواب ملا۔

تینوں مسلح آدمی نامی انہیں سنبھالنے ان کی طرف گھرانے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

”کی قسم کی حرکت سرزد ہوتے ہی نامی انہیں گولیاں لگنا شروع کر دیں گی۔“

”یہ خاموشی گراں گزور رہی ہے۔“ ظفر الملک بولا۔

”اچھا تو پھر تم ہی کچھ کاؤ۔“ عمران نے کہا۔

اسٹیکو نے فیصلی نظروں سے ظفر کی طرف دیکھا تھا۔ شاید وہ خاموشی ہی چاہتا تھا۔

”تمہیں کس سے اطلاع ملی تھی کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں۔“ عمران نے ڈان فاکان

کو اپنے ایک ایجنٹ سے جو مستقل طور پر سردار گڑھ میں رہتا ہے۔ جیسے ہی تم میری یادداشت

میں لگائے تھے۔ اس نے تمہاری پھان بین شروع کر دی تھی۔“

”میں کاؤں؟“ وہ فٹار بناؤر سے بولی۔ ”واقعی اس خاموشی میں بڑی گھن محسوس ہو رہی ہے۔“

”کسے ہی نور ڈان فاکان؟“ عمران جھاکر بولا۔ ”میں کہتا ہوں ان احمقوں کو یہاں سے ہٹا دو

اور ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں۔“

”اچھی بات ہے۔“ وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ پھر ایک مسلح آدمی سے کہا کہ وہ انہیں پیچھے

اٹھا جائیں گے عقب میں لے جائے اور کڑی نگرانی میں رکھے۔

”اب۔۔۔ اب ہٹاؤ کیا کہنا چاہتے ہو۔“ ڈان فاکان نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”اب وہاں دو مسلح آدمیوں اور ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔“

عمران اس سے کسی قدر قریب ہوتا ہوا بولا۔ ”اگر تمہارے ایجنٹ نے میرے متعلق کھل

کر بات کرنا شروع کی ہیں تو تمہیں میری دیکھ بھری زندگی سے پوری طرح آگاہی ہو گئی ہوگی۔“

”ہاں تمہارا پیشہ ایمان داری پر مبنی نہیں ہے۔ پولیس اور بحرموں کو بلیک میل کر کے زندگی

گزارانے ہو۔“

”اس میرا قصور یہ ہے کہ صورت سے اس بات نہیں لگتا۔ اسی لئے ابھی تک کوئی احمک

تمہارے دل تکلی۔ تم مجھے اپنی لمبی کا احوال بتاؤ۔ شاید میری برین واشنگ کی ضرورت پیش

آئے۔“ ہم دھڑکی معاشرے سے تعلق رکھتے ہوئے۔“ ڈان فاکان بولا۔ ”تمہارا معاشرہ لیبروں

کا معاشرہ ہے تم ان درندوں کے قتال ہو جو غلامی دوڑ کو آدمی کی ترقی سمجھتے ہیں۔“



"بالکل... بالکل۔"

"آدمی کی سب سے بڑی ترقی یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں دوسروں کو بھی حصہ دار بنائے یہاں ہم سب ایک دوسرے کے لئے کھاتے ہیں۔ کوئی شخص اپنی صحت کے شمرے پر صرف اپنی ہی حق نہیں جتا۔ ہم اپنی ساری آمدنی یک جا کر کے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق..."

"میں بالکل سمجھ گیا... تم درندے نہیں ہو لیکن جس کھیل کے لئے تم ہم لوگوں کو یہاں لائے ہو اس کا کیا جواز ہے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو..."

"جیسی کہ... تمہارا قیدی جب فرار کے راستے پر لگے گا تو اچانک اس پر عتاب ٹوٹ پڑے گی اور وہ بلندی سے نیچے آ رہے گا۔"

"واقعی ذہن آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"تم چاہو تو اسے بچا بھی سکتے ہو۔"

"میں نہیں پہچانا جاتا۔" ڈان فاکان غصیلے لہجے میں بولا۔

"پس ثابت ہوا کہ تم بھی ہماری ہی طرح نیم وحشی ہو۔ ہزاروں انتقام بھی حیوانی جہلوں کی پیروی میں۔ تم چاہتے ہو کہ دوبارہ گرفتار کر کے اسے اپنی قید میں رکھ سکتے تھے لیکن تم محض اس لئے اس کی زندگی کا خاتمہ کر رہے ہو کہ ہم مہرت پکڑ سکیں اور یہاں سے نکل بھاگنے کا تصور تک نہ کر سکیں۔"

"تم ٹھیک سمجھتے... ڈان فاکان اپنی ہی زبان میں غرلا۔ "تم اپنی سمجھ سکتے ہو... اس لئے میں تم سے اسی زبان میں گفتگو کروں گا۔"

اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر دہلا۔ "میں بے اختیار ہوں۔ سب کچھ سمجھتا ہوں... لیکن مجبور ہوں۔ تم مجھے باس سمجھتے ہو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ تینوں مسلح آدمی مجھ پر حکومت کرتے ہیں۔ میری ذہانت اور میرا علم ان تین وحشی درندوں کا بیخ فرما رہا ہے۔ ان کی نالی گتیں مجھے ان کے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھاتی رہتی ہیں۔"

"اگر... تم کتوں کی طرح کیوں بھونکنے لگے؟ میں کچھ نہیں سمجھا۔" عمران نے اصرار کیا۔

"شائش... ڈان فاکان نے بدستور غصے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ہی استعمال کی گئی بات کو دہرایا۔ "اگر تم آدمی نہیں ہو تو اسے معلوم ہوتے ہو۔ ان پر ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم میری مادری زبان سمجھتے ہو۔"

"کیا ایک دہرایا ہے... عمران نے مسلح آدمیوں کی طرف مڑ کر کہا۔

"نہیں... آگیا ہے شاید... ایک بولا۔

"آگیا ہے میں بھونکنے لگتا ہے..."

"نہیں... اس کی مادری زبان اپنی ہی ہے۔"

"آگیا ہے والا تو..."

ایک سانسے والی بلند بالا چٹان سے پے درپے چٹیں سنائی دیں اور ایک آدمی لڑھکتا ہوا آگیا۔

ادھر کی عتاب فضا میں پکڑا رہے تھے۔ نیچے گرنے والا بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ اس نے ہم سے بھی ویسا ہی لباس نظر آیا جیسا عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسموں پر منڈھا گیا تھا۔ وہ ایک آدمی تھا۔ وہ تینوں بالکل ساکت صامت کھڑے رہے۔

عمران گرنے والے کی طرف بھینسا... کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ گرنے والا مڑ چکا تھا۔ عمران گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے دھڑلے مار مار کر دو دھڑلے کر دیے۔

اسے... ڈان فاکان بڑبڑایا۔ پھر مسلح آدمیوں سے بولا۔ "دیکھو... اسے ہٹاؤ۔"

ایک آدمی آگے بڑھے۔ پہلے انہوں نے عمران سے ہٹ جانے کو کہا لیکن اس نے اپنی جگہ پر جم کر رکھی۔ آخر کار ان میں سے ایک نے بائیں ہاتھ سے عمران کا بازو پکڑ کر اسے اٹھا لیا۔

اس نے اسے اٹھا لیا۔ وہ تو اچھل کر دوڑ جا رہا تھا اور اس کی نالی گن عمران کے ہاتھ میں نظر آ رہی تھی۔ نالی گن کا دست دوسرے مسلح آدمی کے سر پر پڑا۔ پہلے آدمی نے عمران پر دوبارہ حملہ کیا۔ نالی گن کا دست اس کی کٹھنی پر پڑا تھا۔ پھر یعنی دیر میں ڈان فاکان

قرب پہنچتا دو دونوں بے حس و حرکت ہو چکے تھے۔

”وہیں ٹھہرو۔۔۔۔۔“ عمران اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔“ وہ آہستہ سے بولا۔

”سمجھاؤ۔۔۔۔۔“ عمران نے دائرہ ارادہ میں اس کی طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک عمران کا چہرہ آہستہ اس کی کینچی پر پڑا اور وہ بھی پکڑا کر ڈب

ہو گیا۔ پھر دوسری ٹامی گن زمین سے اٹھاتے ہوئے اس نے اس چٹان کی طرف دیکھا جس نے

بیچھے تیسرا مسلح آدمی اس کے ساتھیوں کو لے گیا تھا۔

وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھا۔ دونوں ٹامی گنیں ایک جگہ چھپا دیں پھر اس چٹان پر چڑھ

جس کی دوسری طرف اس کے ساتھی موجود تھے۔

چٹان ناقابلِ عبور نہیں تھی۔ اوپر پہنچ کر بڑی احتیاط سے اس نے دوسری طرف جھانکا

سب بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلح آدمی کی پوزیشن اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہ پھر

چٹان کے نیچے اتر آیا۔ اب وہ اس طرف چل پڑا جہاں سے گزرا کہ وہ لوگ اس چٹان کے بیچھے

تھے۔

مسلح آدمی کی پشت پر پہنچ کر اس نے اس پر جھانک لگائی اور ویلچ میٹھا۔ ٹامی گن اس

گرفت سے نکل کر دور جا پڑی۔ ظفر الملک نے ٹامی گن پر قبضہ کر لیتے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

عمران اپنے شکار کو دوپٹے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”اس رات تم ڈان فاکان کی وجہ سے فنا

ہو گے۔ آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”اُن۔۔۔۔۔ اُن۔۔۔۔۔ کا کیا ہوا۔۔۔۔۔؟“ شکار ہلکایا۔

”وہی جو تمہارا ہونے والا ہے۔“

عمران نے اس کی گردن میں قبضی ڈال دی تھی اور بندر بچ دیا جو جتا جا رہا تھا۔ پھر ایک

کے ساتھ اس کا سر زمین سے ٹکرا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی اپنے بیہوش ساتھیوں کے قریب لیٹا ہوا نظر آیا تھا۔

عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”بھئی جلد ممکن ہو ہمیں بندر سے آدمی بنانا

ترکیب اس کی یہ ہے کہ ان قتل کے پکڑے اتار کر ہم پہنچیں اور انہیں بندر چھوڑیں۔“

بندہ میں منٹ میں انہوں نے یہ مرحلہ بھی طے کر لیا تھا۔

ان فاکان کو پہلے ہوش آیا۔ ٹم ٹم لائی گئیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ وہ آنکھیں

بھرا کر انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ دھلتا اٹھ بیٹھا اور عمران سے اپنی ٹم ٹم بولا۔ ”واقعی تم باکمال آدمی

ہو۔“

”جہاں ہو لو وہیں بیٹھے رہو۔“

”الک۔۔۔۔۔ کیا تم نے ان قتل کو مار ڈالا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ یہ بھی مکتبوں ہی کے شکار ہوں گے۔ جس طرح وہ بیچھا۔“ عمران نے نامعلوم

آدمی کی لاش کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کیا یہ بھی میرے ہی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔۔۔ مجھے اس کا چہرہ دکھاؤ۔۔۔۔۔!“

ان فاکان نے آگے بڑھ کر لاش کے چہرے پر منڈھا ہوا غول ہٹایا۔ ناک نیچے سے وہ

آدمی کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہو گیا تھا۔

”اب تم اپنے کپڑے اتار کر اس لاش کا لباس اپنے جسم پر منڈھو گے۔“ عمران نے حکیمانہ

کہا۔

”تم آخر سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا۔۔۔۔۔؟“

”کیا۔۔۔۔۔ اس جال سے نکلنا چاہتا ہوں۔“

”کیا۔۔۔۔۔ بات ہے۔ ایسی نیستی چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔“

”کیا۔۔۔۔۔ ابھی کہا تھا۔ ان لوگوں کو مٹانے کے لئے کہا تھا۔ یہاں انسانیت کے نام پر

۔۔۔۔۔“

”وہ کس طرح۔۔۔۔۔؟“

”کیا۔۔۔۔۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔“

”کیا۔۔۔۔۔ میں کیا شوری ہے۔“



"میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ ہوش میں آکر مجھے تم سے گفتگو کرتے دیکھ لیں۔"

"وہ ہوش میں آنے کے بعد بھی خود کو بے بس محسوس کریں گے۔ تم فکر نہ کرو۔"

"میں کہتا ہوں وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ زندگی بھر یہاں سے نہ نکل سکو گے۔ پہلے میرا پوری بات سن لو۔ اس کے بعد میں بھی تمہارا قیدی بن کر چلوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ چلو اور ہری۔" عمران نے کہا اور ظفر الملک سے بلند آواز میں کہا "میرا طرح پوچھ کر رہتا۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ڈان فاکان کو اسی چٹان کے پیچھے لے گیا جہاں کچھ دیر پہلے اس کے ساتھی تھے۔

"صرف ایک آدمی۔۔۔ نکاسی کے راستے سے واقف ہے۔" ڈان فاکان بولا۔ "میں نہیں جانتا۔۔۔ ایک مخصوص جگہ پر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ تب میں اوپر اور نیچے سکتا ہوں یا اوپر سے اوپر آسکتا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہی آدمی جس کے ساتھ سیاہ قام وحشی رہتے ہیں جیسے تم نے اس رات اوپر گر فٹ مار میں ڈال دیا تھا۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ اب ان مقاموں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"ان کے بارے میں بھی وہی شخص بتا سکے گا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"شاید میں بھی کسی حد تک جانتا ہوں۔"

"اس آدمی کو الگ کر لو اور ان دونوں کو یا تو مار ڈالو یا بے بس کر کے ایسی جگہ ڈال دو جہاں سے نکلنے کی سہولت نہ ہو۔"

عمران کچھ سوچنے لگا۔

"ان کے ہوش میں آنے سے پہلے مجھے قیدی بتاؤ۔"

"آخر۔۔۔ کیوں؟ اب تم سب ہی قیدی ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔"

ڈان فاکان کوئی جواب دینے بغیر اپنی ٹائی کی گرہ کھولنے لگا پھر ٹائی عمران کی طرف بولا۔ "میرے ہاتھ پشت پر باندھے دو۔ جلدی کرو۔ اگر اس آدمی کو شبہ بھی ہو گیا کہ میں مل گیا ہوں تو وہ میں نکاسی کے راستے تک ہرگز نہ لے جائے گا۔"

عمران نے ڈان فاکان کے مشورے پر عمل تو کیا لیکن اس کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے بات پوری طرح اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

دوسری طرف ان قیدیوں کو بھی ہوش آگیا تھا۔ اور وہ ان دو ٹائی گتوں کو گھورتے جا رہے تھے۔ ظفر الملک اور سب انہیکڑے کے ہاتھوں میں تھیں۔

پھر انہیوں نے ڈان فاکان کو دیکھا جسے عمران دھکیلا ہوا اوپر لارہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے اس فاکان کو بھی انہیں کے ساتھ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

وہ نہایت کم عمر ان کی طرف آئی تھی۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ جلدی سے نکل چلو۔" اس نے اس کا بازو چھو کر کہا۔

"میرے کرو۔۔۔ اس نے رینا کو الگ بناتے ہوئے چاروں قیدیوں کو مخاطب کیا۔

"تم چاروں صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہو کہ ہمیں ہماری سرحد تک پہنچاؤ۔"

کوئی کلمہ نہ بولا۔ عمران نے پھر وہی جملہ دہرایا۔

"تم ہمیں مار ڈالو۔" ڈان فاکان کڑک کر بولا۔ "لیکن ہم تمہیں راستہ نہیں بتائیں گے۔"

"ظاہر ہوش رہو۔" وہ آدمی جھنجھلا کر بولا جس کی نشان دہی ڈان فاکان نے کی تھی۔

"دوسری صورت میں ڈان فاکان کو بھی مردہ آدمی کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ اور ہم تم چاروں کو مار ڈالیں گے۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں۔۔۔" وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اگر اس لباس میں مقابلہ تمہارا بھی وہی حشر کریں گے۔" عمران نے لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس نے کہا تھا کہ اگر ان کا لباس تبدیل کر دیا جائے تو وہ نہیں نکاسی کے راستے تک پہنچ سکیں گے۔

"اب اس کہاں سے مہیا کروں گا۔" عمران اسے گھور کر بولا۔

اس نے اس کے ہاتھ کھول دیے۔ اور اسے بستی تک لے جایا۔۔۔ وہ ہمارے لئے دوسرا

نہایت اچھا ہے۔ قوف لکھتی ہے لیکن کیا تم بھی مجھے اتنا ہی اہم سمجھتے ہو۔"

"کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"اور یہ ڈان فاکان ہمیں بخش دے گا۔" عمران ہنس کر بولا۔

"ڈان فاکان میرا پسند ہے۔ جو کچھ میں کہوں گا۔ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے لیکن اتنا یاد رکھو اگر معاہدے کے خلاف کچھ ہو تو یہ نامی گن اس وقت تک تمہیں لگاتی رہے گی جب تک میگزین کا آخری کارٹون نہ ختم ہو جائے۔"

"بے فکر ہو کر جاؤ۔۔۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔"

رینا نے ڈان فاکان کے ہاتھ کھولے تھے اور عمران اسے ہستی کی طرف لے چلا تھا اور پچھلے

وقت اس نے ظفر سے کہا تھا۔ "اگر یہ کوئی صداقت کریں تو انہیں بے دریغ چھٹی کر دینا۔"

راستے میں ڈان فاکان نے کہا۔ "یہاں میری کوئی اہم حیثیت نہیں ہے۔ غوری ہمارا لباس پہنے

اور خود مرشد کا مقام ہے۔"

"ہاں کوئی مرشد بھی ہے۔"

"وہی تو سب کچھ ہے اور اس کے رویے کی بناء پر میں نے یہ کہا تھا کہ یہاں انسانیت کے

پر فرقہ پور ہے۔ تمہاری خیموں لڑکیوں کو اس سے سرکس میں دیکھا تھا اور ہمیں حکم دیا تھا

انہیں ہستی میں پہنچاؤ۔"

"کیا وہ ہستی میں ہی رہتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ سردار گڑھ کا عقیم اٹھان محل اس کا مسکن ہے۔ ہستی کی لڑکیاں اعلیٰ تربیت کے

سردار گڑھ پہنچائی جاتی ہیں اور وہ مرشد انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے استعمال میں لاتے

"کیا تم کبھی اس کے محل میں گئے ہو۔۔۔؟"

"کیوں نہیں۔۔۔ اتنی خوب صورت قیث گاہ شاید ہی دنیا کے کسی حصے میں ہو۔"

نام المرشد ہے۔۔۔ خان اعظم روڑ پر۔۔۔ لیکن وہ آج کل سردار گڑھ میں نہیں ہے کہیں

ہوا ہے۔ لڑکیوں کو ہستی میں پہنچانے کا حکم دے کر کہیں چلا گیا تھا۔ ایک بار مجھے اس کی ایک

میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا۔ یوں کہیں پر یوں خالی کرتا چلا جاتا ہے لیکن کیا حال

سناشر ہو جائے۔"

"اوہو۔۔۔ اور اس کا علیہ تو تھا۔" عمران نے چونک کر کہا۔

"علیہ؟" ڈان فاکان ہنس کر بولا۔ "کچھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔ بس وہ

ایک ایسی اورنگی سی پام پھلی ہے لیکن طاقت۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔ اگر تمہی ڈان گئی نہ ہوتی تو وہ جینی

معلوم ہو جاتا۔"

"خدا کی پناہ۔۔۔ یہ تو تم میرے بچا کا علیہ بتا رہے ہو۔" عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔

"کیا مطلب؟ کیا کیا تم نے۔"

"کچھ نہیں۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔"

ہستی میں پہنچ کر ڈان فاکان ایک خیمے میں داخل ہوا۔ وہاں سے اس نے کچھ کپڑے لئے تھے

پھر اٹھ آیا تھا۔

بگڑا ہوا خاموشی سے چلتے رہے پھر عمران بولا۔ "اب تم اپنا جغرافیہ بتاؤ۔ تم اس پیکر میں

کونسا لباس پہنتے تھے اور اب کیوں اس سے لگنا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"میں صرف مرشد کے پیکر سے لگنا چاہتا ہوں۔ اسی توقع پر تمہاری مدد کر رہا ہوں کہ تم

میں سے ملنے سے نکل جائے میں مدد دے گا۔"

"یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟"

"میرے دوست ایہ سب مت پوچھو۔۔۔ میں تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔"

"اچھی بات ہے لیکن کیا تم اس پر روشنی ڈال سکو گے کہ وہ لوگ لباس کیوں تبدیل کرنا

چاہتے ہیں۔"

"مطلب اس لباس کے لئے خصوصیت سے مددائے گئے تھے جو کچھ دیر پہلے تمہارے جسم

پر اس لباس میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے جس پر عقاب آتے ہیں۔"

"کیا لگے؟" عقاب ابھی تک نہیں بولا جو میرے سامنے پر جھپٹے مار رہا تھا۔

"یہاں ۱۱ طرح کے عقابوں کے جھنڈ ہیں۔ ایک وہ جو ہر آدمی پر جھپٹے ہیں۔ خواہ وہ کسی

کسی اور ۱۱ میں سے ہو۔ اس لئے ہیں کہ سرحدی محافظوں کو اس طرف نہ آنے دیں۔ تمہارا سامنے اس

کے ۱۱ محافظوں کی کوئی سے دشمنی ہو ا تھا جو دراصل عقاب پر چاٹتی گئی ہوگی۔"

"۱۱ سر کی قسم کے عقاب تمہارے قیدیوں کو فرار نہیں ہونے دیتے۔ جنہیں برین

۱۱ میں بند رہی بنائے رکھا جاتا ہے۔"



"نہی بات ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ڈان فاکان بولا۔ "میں غوری کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ وہ تم سے شدید نفرت کرتا ہے کیونکہ تم نے اس کا بندر مار ڈالا تھا۔" مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ غلط راہنمائی کر کے تم لوگوں کو موت کے منہ میں نہ پھینکا دے۔"

"تم کم از کم یہ تو جانتے ہی ہو گے کہ سرحدی محافظ کس طرف ہیں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ یہ میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔"

"بس اگر وہ ہمیں اس طرف لے جاتا چاہے تو مجھے آگاہ کر دینا۔"

منزل مقصود پر پہنچ کر ڈان فاکان دوبارہ قیدیوں میں شامل کر دیا گیا۔

غوری آگے چل رہا تھا۔ چڑھائی کے راستوں پر لڑکیوں کی حالت ابتر ہو جاتی۔

رہتا عمران کے ساتھ چل رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے اسے صرف اپنی ملکیت ہو۔ اگر کوئی دوسری لڑکی عمران سے گفتگو کرتا چاہتی تو فوراً وہ غل اندازی کر بیٹھتی۔ ایک عمران سے یہ بھی کہا تھا کہ نیلی اور کئی اول درجہ کی فطرت ہیں۔ وہ کبھی کسی ایک کی ہو کر نہیں سکتیں۔"

"اگر دونوں مل کر کوشش کریں تو کسی ایک کی ہو کر رہ سکتی ہیں۔" عمران بولا۔

"وہ کس طرح۔۔۔۔۔؟"

"پکڑ لیں کسی ایک کو۔۔۔۔۔ کدھر بھاگ کر جاسکے گا بے چارہ۔"

"تم کبھی شبیدہ بھی ہوتے ہو۔" وہ گلا گئی تھی۔

"صرف اسی وقت جب میرے ہاتھوں میں ٹامی کن ہو۔"

ایک جگہ غوری ڈک کر ان کی طرف مڑا اور عمران سے بولا۔ "میں اپنے اور اپنے ساتھ کے تحفظ کے لئے تمہیں راستہ بتا رہا ہوں لیکن اس جگہ میں اپنے ساتھیوں کی آنکھوں پر باندھوں گا۔۔۔۔۔ ورنہ راستہ نہیں دیکھ سکتے۔ یہی ہمارا اصول ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں" عمران نے کہہ کر ڈان فاکان کی طرف دیکھا جس نے دھڑکیں دہرائی۔ غوری کے بیان کی تصدیق کر دی۔



ایلیا ولسن دیوانوں کی طرح عمران کے گرد پھرتا رہتا تھا۔ اس کے سرکس کی جیٹوں لڑکیاں وہاں مل گئی تھیں۔

"میری بات سنو۔" عمران اس کا شانہ پکڑ کر جھجھکوتا ہوا بولا۔ "اب ان جیٹوں کو ایک ڈبیہ باندھ کر کے کسی بینک کے سیف ڈیپازٹ لاکر میں رکھوا دو۔۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔؟"

ایک ایسے آدمی کو یہ جیٹوں پسند آئیں جس جو ان کی قبروں میں بھی گھس جائے گا۔"

لخت۔۔۔۔۔ تو پھر میں کیا کروں۔"

"مقدمہ میں ختم کرادوں گا۔۔۔۔۔ تم اپنے سرکس سمیت وہاں سے رن ہو چلو۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا ماشر عمران۔۔۔۔۔؟"

"تمہارے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔"

"مرتا کی زبان پر تمہارے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں۔"

"اگر وہ ہو گیا ہو گا۔۔۔۔۔ جو شانہ پلاؤ۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔"

"میں تمہارے لئے کیا کروں۔۔۔۔۔؟"

"اگر ایک بکٹ جو تم منگواؤ۔۔۔۔۔؟"

ایلیا اسے دیکھا چمکا کر وہ اپنے ہونٹوں میں واپس آیا۔ ظفر اور جیمسن اس کے منتظر تھے۔ جیمسن اسے اشارہ کرتا ہوا دیکھتا تھا۔

"آپ کے لئے کسی کاغذ ہے؟" ظفر الملک نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف دے دیا۔

"کون سا کاغذ۔۔۔۔۔؟" عمران چونک کر بولا۔

"کون سا۔۔۔۔۔؟"

ظفر نے اس کاغذ پر ہاتھ پٹ کر دیکھا۔ اس پر اس کا نام تحریر تھا۔

ایلیا نے اس کاغذ کو دیکھا۔ کسی نے لکھا تھا۔

